تعلیم و تربیت

چالیس روزہ دینی واخلاقی تربیتی کورس

40 Days Religious & Character Guidance Course

SENIOR

مجلسِ دعوت وتحقیقِ اسلامی

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

تعلیم و تربیت

چالیس روزہ دینی واخلاقی تربیتی کورس

40 Days Religious & Character Guidance Course

Senior

۴۰ منتخب آیات	۴۰ منتخب احادیث
معرفت اسلام	عربی - انگلش

مجلس دعوت و تحقیق اسلامی

جامعہ علوم اسلامیہ

علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی

نام کتاب .... تعلیم وتربیت (Senior)

مرتبین .... اساتذہ وفضلاء جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

ناشر .... مجلس دعوۃ وتحقیق اسلامی علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

گرافکس ڈیزائننگ .... اقبال سنز اُردو بازار کراچی - سیّد سجاد حیدر 2631914

سن طباعت اوّل .... ربیع الاوّل ۱۴۲۵ھ بمطابق مئی ۲۰۰۴ء

سن طباعت دوم .... ربیع الاوّل ۱۴۲۷ھ بمطابق اپریل ۲۰۰۶ء

سن طباعت سوم .... ربیع الاوّل ۱۴۲۸ھ بمطابق مئی ۲۰۰۷ء

سن طباعت چہارم .... ربیع الاوّل ۱۴۳۰ھ بمطابق مارچ ۲۰۰۹ء

طباعت .... القادر پرنٹنگ پریس کراچی 2723748

کورس سے متعلق معلومات ورہنمائی کے لئے

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

021-4913570 - 4123366 - 4121152

صالح مسجد صدر کراچی

021-2237476

بذریعہ وی پی/ڈاک منگوانے کے لئے

مکتبہ بینات: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

021-4927233

فہرست مضامین

مضامین (کتاب کے مسلسل نمبر نیچے اور حصہ وار نمبر اوپر درج ہیں)	مسلسل	حصہ وار
دعائیہ کلمات	۱	
چالیس روزہ دینی واخلاقی تربیتی کورس کے اثرات وثمرات	۴	
کتاب کا تعارف	۸	

حصہ اوّل (چالیس آیات مع ترجمہ وتفسیر)

مضامین	مسلسل	حصہ وار
اعمال صالحہ ذخیرۂ آخرت ہیں	۱۴	۱
دعا اور اس کی قبولیت	۱۵	۲
ناجائز طریقوں سے مال حاصل کرنا حرام ہے	۱۶	۳
"ایمان" تمام اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کا نام ہے	۱۷	۴
نیک کاموں میں خرچ کرنا ظاہری وباطنی برکات کا ذریعہ ہے	۱۸	۵
بعثت نبوی ﷺ کے بعد اللہ کے ہاں مقبول دین صرف دینِ اسلام ہے	۱۹	۶
امر بالمعروف ونہی عن المنکر دین کا اہم شعبہ ہے	۲۰	۷
محسن انسانیت ﷺ کی بعثت کے مقاصد	۲۱	۸
یتیموں کا مال ہتھیانا حرام ہے	۲۲	۹
اللہ کی اطاعت رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے بغیر ممکن نہیں	۲۳	۱۰
اچھی بری سفارش کا بیان	۲۴	۱۱
سلام اور اس کے جواب کا بیان	۲۵	۱۲
کسی بھی حالت میں عدل وانصاف کا دامن نہیں چھوٹنا چاہیے	۲۶	۱۳
یہود ونصاریٰ سے قلبی دوستی اور تعلق کی ممانعت	۲۷	۱۴

فہرست مضامین

مضامین	مسلسل	صفحہ نمبر حصہ وار
اللہ تعالیٰ کے ہاں اچھے برے اعمال کا بدلہ	۲۸	۱۵
اللہ تعالیٰ نے انسان کی آزمائش کے لیے اسے خلافت ارضی سے نوازا	۲۹	۱۶
لباس قدرت کی عظیم نعمت ہے	۳۰	۱۷
قرآن نصیحت، شفا، ہدایت اور رحمت ہے	۳۱	۱۸
دینی تعلیمات سرسری نظر پر مبنی نہیں	۳۲	۱۹
چوپائے اور ان کے منافع خالق کی حکمت وقدرت کی نشانیاں ہیں	۳۳	۲۰
اللہ تعالیٰ کریمانہ اخلاق اپنانے اور رذائل سے بچنے کا حکم فرماتا ہے	۳۴	۲۱
واقعۂ "اسراء ومعراج" آنحضرت ﷺ کا ایک عظیم معجزہ	۳۵	۲۲
والدین کے ساتھ حسن سلوک	۳۶	۲۳
اسلام میں اسراف اور بخل ہر دو ممنوع ہیں	۳۷	۲۴
متکبرانہ انداز واطوار اختیار کرنے کی بھی ممانعت ہے	۳۸	۲۵
اعمال صالحہ اور صدقات جاریہ کی پائیداری	۳۹	۲۶
اسلام وہی معتبر ہے جو دنیوی سود و زیاں پر مبنی نہ ہو	۴۰	۲۷
نگاہ اور شرم گاہ کی حفاظت باطنی پاکیزگی کا ذریعہ ہے	۴۱	۲۸
ہر مخلوق اللہ کی حمد اور پاکی بیان کرنے میں مشغول ہے	۴۲	۲۹
مسلمان کی شان یہی ہے کہ شریعت کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرے	۴۳	۳۰
تلاوت قرآن اور نماز کی پابندی اعمال صالحہ کی توفیق کا وسیلہ ہیں	۴۴	۳۱
آلات لہو ولعب، دشمنان اسلام کی ٹھنڈی تلوار	۴۵	۳۲
درود شریف، فضیلت وآداب	۴۶	۳۳
نبی کریم ﷺ آخری اور عالمگیر نبی ہیں	۴۷	۳۴

فہرست مضامین

مضامین	صفحہ نمبر مسلسل	صفحہ نمبر حصہ وار
نعمت ورزق کا گھٹنا بڑھنا محض اللہ کی طرف سے ایک امتحان ہے	۴۸	۳۵
سچے دل سے توبہ کرنے والا اللہ کی بارگاہ سے دھتکارا نہیں جائے گا	۴۹	۳۶
انسانوں کی طرح جنات بھی آسمانی شریعت کے مکلّف ہیں	۵۰	۳۷
مسلم وکافر کی زندگی، طرزِ عمل اور انجام	۵۱	۳۸
تقوی کے علاوہ کوئی بھی نسبت عزت وفضیلت کا معیار نہیں	۵۲	۳۹
پرندوں کا فضا میں پروں کا پھیلانا اور سمیٹنا اللہ کی عظیم قدرت کا ایک نظارہ	۵۳	۴۰
حصہ دوم (بیس مضامین، چالیس احادیث)		
ایمان	۵۸	۱
علم	۶۰	۳
بدعت	۶۲	۵
وضو	۶۴	۷
مسجد	۶۶	۹
نماز	۶۸	۱۱
زکوۃ	۷۰	۱۳
روزہ	۷۲	۱۵
حج	۷۴	۱۷
جہاد	۷۶	۱۹
کسب حلال	۷۸	۲۱
نکاح	۸۰	۲۳

فہرست مضامین

مضامین	مسلسل	حصہ وار
زبان	۸۲	۲۴
ذکر	۸۴	۲۷
وضع قطع	۸۶	۲۹
ظلم	۸۸	۳۱
عصبیت	۹۰	۳۳
خیانت	۹۲	۳۵
فتنے	۹۴	۳۷
قیامت	۹۶	۳۹
حصہ سوم (معرفت اسلام)		
معرفت الٰہی	۱۰۲	۱
اسماء حسنی	۱۰۴	۳
حمد باری تعالی	۱۰۵	۴
نبوت ورسالت	۱۰۶	۵
رسول اکرم (ﷺ) ولادت، پرورش، بعثت سے قبل، وحی	۱۰۷	۶
تبلیغ تعلیم، ہجرت، جہاد	۱۰۸	۷
مقاصد بعثت کی تکمیل، حجۃ الوداع، رحلت	۱۰۹	۸
شان حبیب کبریا ﷺ (نعت)	۱۱۰	۹
قرآن مجید	۱۱۱	۱۰
قرآن کا شکوہ وفریاد (نظم)	۱۱۳	۱۲
صحابۂ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین)	۱۱۴	۱۳

فہرست مضامین

مضامین	صفحہ نمبر: مسلسل	صفحہ نمبر: حصہ وار
صحابہ کے مراتب	۱۱۵	۱۴
علم اور علماء	۱۱۷	۱۶
ہر بستی میں ایک عالم دین کا ہونا فرض کفایہ ہے	۱۱۷	۱۶
فقہاء کرام اور ان کی خدمات	۱۱۸	۱۷
ائمہ دین کے جانشین اور ان کی خدمات	۱۱۹	۱۸
حسن معاشرت	۱۲۰	۱۹
والدین	۱۲۰	۱۹
اولاد	۱۲۱	۲۰
دوست	۱۲۲	۲۱
میاں بیوی	۱۲۳	۲۲
رشتہ دار	۱۲۴	۲۳
پڑوسی	۱۲۵	۲۴
مہمان، خادم و ماتحت، فقیر و محتاج	۱۲۶	۲۵
رشتۂ اسلام، رشتۂ انسانیت	۱۲۷	۲۶
ایثار	۱۲۸	۲۷
اخلاق نبوی ﷺ	۱۲۹	۲۸
آداب نبوی ﷺ	۱۳۱	۳۰
محسن عالم ﷺ (نظم)	۱۳۳	۳۲
صبح سے شام تک	۱۳۴	۳۳
مسنون دعائیں	۱۳۶	۳۵
دنیوی واخروی حاجات کے لیے قرآن وحدیث سے منتخب چند دعائیں	۱۴۰	۳۹

فہرست مضامین

مضامین		مسلسل	حصہ وار

حصہ چہارم (عربی/انگلش مکالمہ)

الدرس الاول	(التعارف)	۱۴۶	۱
الدرس الثانی	(الدورة الصيفية)	۱۴۷	۲
الدرس الثالث	(الالتحاق بالدورة الصيفية)	۱۴۸	۳
الدرس الرابع	(الاسرة)	۱۴۹	۴
الدرس الخامس	(السوق)	۱۵۰	۵
الدرس السادس	(الاتصال الهاتفى)	۱۵۱	۶
الدرس السابع	(الاسلام)	۱۵۲	۷
الدرس الثامن	(الصباح الباكر)	۱۵۳	۸
الدرس التاسع	(المدرسة)	۱۵۴	۹
الدرس العاشر	(المكتبة)	۱۵۵	۱۰
الدرس الحادى عشر	(الامثال)	۱۵۶	۱۱
الدعاء		۱۵۷	۱۲

دعائیہ کلمات

حضرت ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزیٔ شہید نور اللہ مرقدہ

بچوں کی ایسی تعلیم وتربیت جس سے وہ باعمل مسلمان بن جائیں، والدین کے فرائض میں شامل ہے۔ قرآن کریم میں سورۂ لقمان میں بیان کردہ ترتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ بچوں کی تعلیم وتربیت کا منہج اس طور پر ہونا چاہئے: (۱) عقیدہ کی تربیت (۲) اعمال کی تربیت (۳) ادائیگیٔ حقوق کی تربیت (۴) عام معاشرتی اورانسانی آداب کی تربیت۔ ان مراحلِ تربیت سے گذرنے کے بعد ایک مسلمان بچہ انشاء اللہ ایک باعمل مسلمان ثابت ہوگا۔

ہمارے تعلیمی اداروں میں آج کل بچوں کی تربیت اور ذہن سازی سے عموماً غفلت برتی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمارے چند رفقاء کے ذہن میں یہ خیال پیدا فرمایا کہ بچوں کی تعلیم وتربیت کیلئے کچھ مؤثر انتظام ہونا چاہئے اس سلسلہ میں ان حضرات کی کاوش سے اسکولز وکالجز کی سالانہ تعطیلات میں ان بچوں کیلئے چالیس روزہ دینی واخلاقی تربیتی کورس کا سلسلہ شروع کیا گیا، چونکہ یہ کام اخلاص سے شروع ہوا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو قبولیت اور برکت نصیب فرمائی اور صالح مسجد صدر سے شروع ہونے والا یہ سلسلہ کراچی بلکہ پورے ملک میں مقبول ہوگیا اور ضرورت یہ محسوس ہوئی کہ اس سلسلہ کو منظّم اور مرتب کیا جائے اس سلسلہ میں ہمارے جامعہ کے اساتذہ اور فضلاء نے بے حد کوشش فرمائی، یہ حضرات وقتاً فوقتاً اس سلسلہ میں مجھ سے بھی مشورہ فرماتے رہے، ان حضرات کی کوشش رنگ لائی اور تعلیم وتربیت کے نام سے ایک مختصر اور جامع کتاب تیار کی گئی جو نہ صرف یہ کہ بچوں کی تربیت میں بنیادی کردار ادا کرے گی بلکہ تعلیم بالغان کیلئے بھی انتہائی مفید ثابت ہوگی کیونکہ دین کی ابتدائی معلومات جو ایک مسلمان کیلئے ضروری ہیں اس کتاب میں موجود ہیں۔

بندہ دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی اس خدمت کو اپنے دربار عالی میں قبول فرما کر ہدایت اور دنیا وآخرت کی کامیابیوں کا وسیلہ اور ذریعہ بنائے۔ آمین۔

۱۳/۳/۱۴۲۵ھ

دعائیہ کلمات

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر دامت برکاتہم العالیہ

(مہتمم جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن)

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيدالانبياء والمرسلين وعلى اله وصحبه اجمعين ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين امابعد:

دین اسلام پوری انسانیت کیلئے رحمت بن کر آیا ہے، اس پر عمل کرنے میں دنیا وآخرت کی کامیابی ہے، اس کا علم اس قدر سیکھنا جس سے ایک مسلمان کا عقیدہ، اعمال اور اخلاق درست ہو جائیں ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے اور اسے تفصیل سے سیکھنا اور اس کا عالم بننا یہ فرض کفایہ ہے، اگر امت کی ایک جماعت اس کیلئے اپنے آپ کو فارغ کرلے تو باقی لوگ گناہ سے بچ جائیں گے۔

متحدہ ہندوستان پر مغربی استعمار کے غلبے کے بعد جب مسلمانوں کا نظام تعلیم درہم برہم ہوگیا تو علماء نے اپنی ذمہ داری کو پورا کرتے ہوئے ایک طرف دینی مدارس اور جامعات قائم کیں تاکہ ان میں دین کے علماء پیدا ہوکر امت کی رہنمائی کرسکیں اور دوسری طرف جگہ جگہ مکتب قائم کئے تاکہ مسلمان بچوں اور بچیوں کو قرآن کریم اور دین کی بنیادی باتوں کی تعلیم دی جاسکے۔ نیز درس قرآن، جمعہ کا اصلاحی بیان، دینی مجالس اور مختلف دینی مناسبات سے تقریروں کے ذریعے بڑوں کی تعلیم وتربیت کا انتظام کیا گیا۔

چند سال پہلے ہماری جامعہ کے چند فضلاء نے سوچا کہ گرمی کی تعطیلات سے کیوں نہ فائدہ اٹھایا جائے اور اسکول وکالج میں پڑھنے والے مسلمان نوجوانوں کیلئے ایک مختصر کورس ترتیب دیا جائے، اس میں دین کی بنیادی اور ضروری باتیں آجائیں نیز یہ کورس مسجدوں میں رکھا گیا تاکہ ان نوجوانوں کو ایک اچھا ماحول بھی میسر ہو۔

یہ سلسلہ اتنا مقبول ہوا کہ نہ صرف کراچی بلکہ پاکستان کے دوسرے شہروں تک پھیل گیا۔ اب یہی فضلاء اس کورس کو کتابی شکل میں چھاپ رہے ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ اس سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی سعیٔ مشکور کو قبول فرمائے اور امت کی نئی نسل کیلئے رشد وہدایت کا ذریعہ بنائے، آمین۔

عبدالرزاق اسکندر

دعائیہ کلمات

حضرت مولانا سید سلیمان یوسف بنوری دامت برکاتہم العالیہ

(نائب مہتمم جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن)

الحمد للّٰہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لانبی بعدہ، وعلی الہ واصحابہ الذین اوفوا عهدہ، امابعد:

اولاد کی تعلیم و تربیت بچوں کا حق اور والدین کی ذمہ داری ہے، اسلام نے بچوں کی تعلیم و تربیت کی خوب تاکید کی ہے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ والدین کی طرف سے اولاد کیلئے عمدہ آداب سکھانے سے بڑھ کر کوئی اچھا عطیہ نہیں ہوسکتا۔

اسی ضرورت واہمیت کے پیش نظر ہماری جامعہ کے بعض فضلاء نے اسکول وکالج کے طلباء کیلئے جون جولائی کی سالانہ تعطیلات میں چالیس روزہ دینی واخلاقی تربیتی کورس کا سلسلہ پچھلے چند برسوں سے شروع کررکھا ہے، اس کورس نے طلباء پر بڑے مثبت اثرات چھوڑے، طلباء میں دینی شوق بیدار کیا اور انہیں اسلامی آداب واخلاق کا وافر حصہ عطا کیا، جس کی وجہ سے اس کورس کی افادیت ومقبولیت میں دوگنا اضافہ ہوا اور اس میں دلچسپی لینے والوں کا حلقہ خوب وسیع ہوتا گیا۔

اس کورس کیلئے اب تک مجوزہ نصاب کسی مستقل کتابی شکل میں نہ تھا، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے ہمارے ان فضلاء کرام کو جنہوں نے بڑی محنت، لگن اور اہتمام کے ساتھ اس کورس کے مجوزہ نصاب کو کتابی شکل میں لانے کی سعی جمیل فرمائی، یہ حضرات اپنے اساتذہ کرام سے ہدایات ورہنمائی بھی حاصل کرتے رہے اور کتاب کی ترتیب واشاعت وغیرہ کے حوالے سے مجھے بھی مشاورت کے شرف سے نوازتے رہے، الحمد للہ یہ مختصر نصاب مختلف مراحل سے گذر کر کتابی شکل میں ہمارے سامنے ہے اور جامعہ کے اساتذہ کرام کی خصوصی دلچسپی، پیہم توجہات اور رہنمائی کے نتیجہ میں جامعہ کا علمی وتحقیقی شعبہ مجلس دعوت وتحقیق اسلامی اس کتاب کی اشاعت کا اہتمام کررہا ہے۔

اس سلسلے میں تعاون فرمانے والے تمام حضرات خصوصاً ہمارے فضلاء کرام اور صالح مسجد جہانگیر پارک صدر کراچی کے منتظمین کے حسن تعاون پر شکریہ ادا کرتا ہوں اور ان کیلئے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی کوششوں کو بارآور فرمائے اور اس جیسے تعمیری وتربیتی کردارہائے نمایاں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وصلی اللہ وسلم علی سیدنا محمد وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم

چالیس روزہ دینی واخلاقی تربیتی کورس

::::::::: اثرات وثمرات :::::::::

ہر سال گرمیوں کی آمد پر عصری تعلیم گاہوں اسکول و کالج میں سالانہ تعطیلات کا شدت سے انتظار ہوتا ہے، بچوں کی ضد اور اصرار، بڑوں کے مشورے اور منصوبے نہ جانے کیا کیا ہوتے ہیں، کسی کی سوچ کھیل وتفریح کی ہوگی تو کسی کی فکر سیر وسیاحت کی اور کوئی راحت وآرام کیلئے بے چین رہتا ہوگا، جبکہ بعض بلکہ اکثر والدین ایسے ہوں گے جو اپنے بچوں کے فارغ اوقات کو کسی اچھے مصرف میں لگانے کے لئے فکر مند ہوں گے، کیونکہ بچے گھروں میں پابند تو رہ نہیں سکتے، لازماً باہر نکلیں گے جس کے نتیجے میں ان کا بے دینی اور آوارگی کے ماحول سے متاثر ہونے کا اندیشہ ہے، ورنہ کم از کم گیند بلا ہاتھ میں لے کر دھوپ میں گراؤنڈ آباد رکھنے میں تو ضرور مشغول نظر آئیں گے۔

مشاہدہ یہ ہے کہ ہمارے بچوں اور نوجوانوں کی اکثریت موسم گرما کی چھٹیوں میں فضولیات کی زد میں رہتی ہے، ایسی صورتِ حال میں بچوں کے والدین کی پریشانیاں اور اندیشے بجا اور بچوں کی حالت قابلِ رحم ہے۔

گزشتہ چند برسوں سے بعض فکرمند اور خیر اندیش مسلمانوں نے کافی غور وخوض اور مشوروں کے بعد موسم گرما کی تعطیلات میں دینی واخلاقی تربیتی کورس کی صورت میں ایک منصوبہ وپروگرام پیش کیا جسے الحمدللہ ہمارے دین دار اور فکرمند مسلمان طبقے میں خوب پذیرائی حاصل ہوئی اور اس کی برکت سے ان تمام پریشانیوں کا حل اور علاج بھی میسر آ گیا جو بچوں کے والدین کو اپنی اولاد اور نوجوان نسل کی بے راہ روی کے حوالہ سے لاحق تھیں۔

یہ چالیس روزہ کورس ایک مسجد کے چند احباب کے مشورہ سے مسجد ہی میں شروع ہوا، جس کی ابتدائی کلاس ان ہی نمازی بھائیوں کے چند بچوں پر مشتمل تھی جو صبح دکان پر آتے ہوئے بچوں کو ساتھ لے آتے اور کلاس ٹائم عصر تا عشاء میں بچوں کو مسجد بھیج دیتے ، جہاں وہ بچے چند دعائیں، کچھ قرآنی سورتیں اور بعض

اہم دینی باتیں سیکھتے اور آپس میں سننے سنانے کی مشق کرتے رہتے، یہاں تک کہ یہ مختصر دینی نصاب اس قدر مقبول ہوا کہ ان بچوں میں دینی معلومات کا شوق بڑھنے لگا اور اس شوق کے تذکرے اور چرچے عام ہونے لگے، دیکھتے ہی دیکھتے چند بچوں کی یہ ایک کلاس کئی کلاسوں میں تبدیل ہوگئی اور ایک مسجد سے شروع ہونے والا یہ سلسلہ کئی مساجد اور ایک شہر سے دوسرے کئی شہروں تک پھیلنے لگا اور اس کی افادیت وضرورت کا ادراک واحساس دن بدن بڑھتا گیا۔

الحمدللہ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی کے فضلاء اور بعض ائمہ مساجد کے تعاون سے ملک کے مختلف شہروں، بالخصوص کراچی کی کئی مساجد میں اسکول وکالج کے بچوں کی سالانہ چھٹیوں میں چالیس روزہ مفید ترین اور لائق تقلید سلسلہ بڑے اہتمام کے ساتھ پچھلے کئی سالوں سے جاری ہے اور بعض مساجد میں اس سلسلہ کو مزید احسن طریقہ سے آگے بڑھایا گیا ہے۔

چالیس روزہ دینی واخلاقی تربیتی کورس کے اثرات ان طلباء پر کیا مرتب ہوئے؟ اس کے کیا فوائد وثمرات سامنے آئے؟ چالیس دن میں بچہ کیا سیکھ سکتا ہے اور اس کے اندر کیا تبدیلی آسکتی ہے؟ ان سوالات کے جواب گزشتہ تجربات ومشاہدات اور آئندہ نیک توقعات کی روشنی میں مختصراً یوں عرض کیے جاسکتے ہیں:

۱- اس کورس میں بچوں کو ضروری شرعی مسائل اور دیگر دینی معلومات سکھلائی جاتی ہیں، جو کہ نہ صرف ہماری اور ہماری اولاد کی شرعی ضرورت ہے بلکہ ہمارے فرائض میں بھی داخل ہے۔

۲- ہماری عصری تعلیم گاہوں بالخصوص غیر مسلم مشنریز کے زہریلے اثرات ہمارے نونہال بچوں کی فکر، اخلاق اور عادات واطوار پر تقریباً اثر انداز ہوچکے ہوتے ہیں، یہی بچے جب کچھ عرصہ اپنے مذہبی مرکز (مسجد) سے جڑے رہیں گے تو ان کا دینی شعور برقرار وبیدار رہے گا ورنہ خدانخواستہ وہ غیروں کی تعلیم وتربیت کا اثر لے کر ہمارے درمیان ان کے نمائندہ کا کردار ادا کریں گے اور دین سے بیزاری آہستہ آہستہ ان کا شعار بن جائے گی۔

۳- فرائض وواجبات اور اعمال صالحہ کی عادت اور رجحان نصیب ہوگا، کیونکہ اس کورس میں صحیح تلفظ کیساتھ تلاوتِ قرآن اور نمازوں کی عملی مشق کا خاص اہتمام کرایا جاتا ہے۔ اس اہتمام کی بدولت والدین اس ذمہ داری سے بھی کسی قدر عہدہ برآ ہوسکتے ہیں جو بچوں کی تعلیم وتربیت کے حوالے سے ان پر شریعت کی طرف سے عائد ہوتی ہے۔

۴- چالیس روز تک مسجد کے ماحول میں دینی باتوں کا مذاکرہ طبیعت اور مزاج میں فطری طور پر تبدیلی لانے اور دینی ذوق پیدا کرنے کا ذریعہ ہے، چنانچہ ہمارے سامنے ایسی کئی مثالیں ہیں کہ اس کورس میں شریک ہونے والے متعدد طلباء دینی مدارس میں باضابطہ داخلہ لیکر حفظِ قرآن اور دینی علوم کے زیور سے آراستہ ہو رہے ہیں۔

۵- تعلیم وتعلم سے تعلق رکھنے والے حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ چند دنوں کا تعطل اور وقفہ تعلیمی مزاج پر کس قدر اثر انداز ہوتا ہے اور چھٹیوں کے بعد اس سلسلہ کے نشاط اور لگاؤ کے دوبارہ بحال ہونے میں کتنا وقت لگتا ہے، اگر ہمارے بچوں کی تعطیلات کا بیشتر حصہ اس کورس میں گزرے گا تو ان کا یہ مزاج برقرار رہے گا اور تعطیلات کے بعد تعلیمی ماحول سے وابستہ ہونے میں زیادہ گرانی بھی محسوس نہیں ہوگی۔

۶- اگر کسی بچے کو چالیس دن کے محدود وقت میں اس قدر فوائد اور برکات وثمرات نصیب ہو جائیں تو زہے نصیب! اور اگر خدانخواستہ کوئی اس عظیم نعمت کو حاصل نہ بھی کر سکا اور بظاہر محروم رہا، تو اچھی صحبت و پاکیزہ ماحول کی نعمتِ عظمیٰ سے ہمکنار رہنے والا تو بہر حال شمار ہوگا، ظاہر ہے کہ اچھی صحبت اپنا اثر رکھتی ہے، صالحین کا ہم نشین غیر ارادی طور پر بھی ان کی صحبت سے حصہ پا ہی لیتا ہے۔

۷- خیر کے ان تمام پہلوؤں سے قطع نظر مسجد کا ماحول ان تمام فضولیات، لغویات اور معاصی سے بچاؤ کا ذریعہ ہے جو اس ماحول سے باہر پائی جاتی ہیں، کیونکہ یہی بچہ اگر مسجد کے ماحول سے باہر ہوتا تو نہ معلوم کن کن کاموں میں لگا رہتا، جتنی دیر یہ بچہ مسجد میں رہے گا کم از کم اتنی دیر تو ان برے کاموں سے محفوظ رہے گا جو اس جیسے دوسرے بچے مسجد سے باہر کر رہے ہوں گے۔ بہر حال اسکول وکالج وغیرہ کے طلباء کیلئے سالانہ تعطیلات میں چالیس روزہ دینی واخلاقی تربیتی کورس کا انعقاد نہایت ضروری اور بہت سارے برکات وثمرات کا حامل ہے، یہ تعلیم وتربیت جس طرح بچوں کا حق ہے اسی طرح بچیوں کا بھی حق ہے چنانچہ حتی الوسع بچوں اور بچیوں ہر دو کی تعلیم وتربیت کا انتظام ہونا چاہئے۔

ان گزارشات کے ذریعہ جہاں اسکول اور کالج کے نونہال ونوجوان طلبہ کو ترغیب وتوجہ دلانا مقصود ہے، وہاں ان کے والدین، مساجد کے ائمہ کرام اور منتظمہ کمیٹی کو دعوتِ فکر دینا بھی مطلوب ہے۔

والدین کو چاہئے کہ وہ اس چالیس روزہ دینی واخلاقی تربیتی کورس میں اپنے بچوں اور بچیوں کو بھیج کر

اس کے فوائد وثمرات سے فائدہ اٹھائیں، اگر بچوں کی چھٹیوں کے یہ قیمتی لمحات بھی گنوادیئے گئے تو پھر سال بھر کوشش کے باوجود بھی ایسے مواقع کا میسر آنا مشکل ہوگا۔

مساجد کے ائمہ کرام کی خدمت میں بھی بصد آداب وتکریم عرض ہے کہ محلّہ کے بچے بھی ان کی رعیت میں داخل ہیں، جن کے بارے میں وہ عنداللہ مسئول ہیں، اس لئے ان سے درخواست ہے کہ وہ اپنی رعیت کو تعلیم وتربیت کے مواقع فراہم کرنے اور انہیں اپنا قیمتی وقت دینے میں خوب سخاوت، لگن اور محنت سے کام لیں، اس سلسلے میں قریبی مدارس کے سمجھدار اور ذی استعداد طلباء کرام کی خدمات بھی حاصل کی جاسکتی ہیں۔

چالیس روزہ اس تربیتی کورس میں نصاب کی کوئی قید نہیں، ہر مسجد کے امام صاحب کورس کے شرکاء کی تعلیمی وذہنی سطح کے مطابق کچھ بھی نصاب مقرر فرماسکتے ہیں کیونکہ مقصد محض دینی شعور اور شوق بیدار کرنا ہے، تاہم اس کورس کے لئے جامعہ کے فضلاء نے بھی جامعہ کے اساتذہ کرام کی نگرانی میں ان کے مشوروں سے ایک نصاب مرتب کیا ہے، اس نصاب میں تقریباً ہر نوع کے چیدہ چیدہ منتخب موضوعات شامل ہیں جو احباب یہی مجوزہ نصاب زیر تدریس رکھنا چاہیں یا طریقۂ تدریس، طرزِ تعلیم اور تجربہ کار حضرات کے تجربات سے فائدہ اٹھانا چاہیں وہ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے دفتر یا عصر تا مغرب صالح مسجد جہانگیر پارک صدر کراچی سے رابطہ فرماسکتے ہیں۔

محمد عاصم زکی

استاد جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

اس جامعہ کے نور سے روشن ہے ہر مقام	اس پر خدا کی رحمتیں نازل ہوں صبح وشام
یہ منبعِ علومِ رسولِ کریم ہے	سیراب اس کے فیض سے ہوتے ہیں خاص وعام
یہ حضرت یوسف کے ہیں اخلاص کے آثار	دھرتی پہ مثل شمس جو روشن ہے اس کا نام
قاصر ہوں تیرے وصف کے لکھنے سے میں رزیؔن	اے مرکز علوم سدا ہو تجھے سلام

کتاب کا تعارف

گزشتہ چند سالوں سے جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے اساتذۂ کرام کی نگرانی میں جامعہ کے فضلاء نے جون رجولائی کی سالانہ تعطیلات میں اسکول وکالج کے طلباء کے لیے چالیس روزہ دینی واخلاقی تربیتی کورس کا ایک سلسلہ شروع کرر کھاہے جس کا مقصد یہی تھا کہ عصری علوم حاصل کرنے والے طلباء میں دینی شوق بیدار ہو۔

اس کورس کے لیے کوئی مستقل نصاب کتابی صورت میں مرتب نہیں تھا البتہ تدریسی نصاب کے طور پر طلباء کی ذہنی وعلمی استعداد کی رعایت کرتے ہوئے چند دینی معلوماتی مضامین تیار کیے گئے تھے جن کی کاپیاں ہر سال طلباء میں تقسیم کردی جاتی تھیں، اللہ تعالی نے اس محدود سلسلہ کو وہم وگمان سے زیادہ قبولیت عطا فرمائی.اور ضرورت محسوس ہوئی کہ اب اس کورس کے نصاب کومزید اہتمام کے ساتھ مرتب کیا جائے چنانچہ جامعہ کے فضلاء نے اساتذۂ کرام کی مشاورت اورنگرانی میں اس نصاب کو ترتیبِ جدید کے مراحل سے گزار کر مستقل کتابی شکل دی، یہ کتاب جسے اس کی غرض وغایت کے پیش نظر تعلیم وتربیت کے نام سے موسوم کیا جارہاہے چار حصوں پر مشتمل ہے۔

پہلا حصہ قرآن کریم :

اس عنوان کے تحت چالیس منتخب آیات کا ترجمہ اوران کی مختصر تفسیر بیان کی گئی ہے، تفسیری افادات تقریبا اکابر علماء کرام کی تفاسیر سے ماخوذ ہیں، تاہم تعبیر الفاظ اور ترتیب میں بچوں کی سہولت کی خاطر عام فہم انداز اختیار کیا گیاہے۔

دوسرا حصہ احادیث نبویہ :

اس حصہ میں مشکوٰۃ شریف سے چالیس منتخب احادیث کوبیس مختلف موضوعات کے تحت ذکر کیا گیاہے، ہر موضوع سے متعلق پہلے ایک صفحہ کا جامع مضمون ہے جس میں اس عنوان کی ضروری باتیں ذکر کی گئی ہیں، اگلے صفحہ میں دو حدیثیں ذکر کی گئی ہیں جن میں سے ایک حدیث کا ترجمہ وتشریح مذکور ہے

جب کہ دوسری حدیث کا ترجمہ ومفہوم استاد زبانی بیان کریں گے اور طلباء ہوم ورک کے طور پر اسے اپنی کاپیوں میں لکھ کر لایا کریں گے۔

تیسرا حصہ معرفت اسلام :

اس حصہ میں اسلام کی معرفت سے متعلق ضروری دینی معلومات پر مشتمل چند مضامین دیے گئے ہیں جو ایمانیات، عبادات اور معاشرت کے آداب واحکام پر مشتمل ہیں، ان مضامین کو پڑھنے کے بعد طالب علم کو ضروری دینی معلومات حاصل ہوسکتی ہیں۔

چوتھا حصہ عربی زبان :

یہ حصہ عربی بول چال یا عربی گرامر کی کوئی مستقل کتاب نہیں اور نہ ہی یہ حصہ عربی زبان کے قواعد اور بول چال سیکھنے کے لیے کافی ہے، بلکہ اس حصہ میں چند ''دروس'' کی صورت میں صرف روزمرہ کی عام بول چال اور باہمی تعارف کے جملوں کو عربی میں ذکر کیا گیا ہے تاکہ عصری علوم کے طلبہ میں عربی زبان سیکھنے کا شوق پیدا ہوسکے البتہ اس کورس کے شرکاء (اسکول وکالج کے طلبہ) کی مناسبت کا خیال کرتے ہوئے عربی جملوں کا ترجمہ بجائے اردو کے انگریزی زبان میں کیا گیا ہے۔

حقیقت حال ! چونکہ یہ کوئی مستقل تصنیفی سلسلہ نہیں بلکہ کورس کی ضرورت کے تحت اپنے اکابر کی مختلف کتابوں سے ماخوذ مضامین کا مجوزہ نصاب ہے جسے مزید محنت اور حسن ترتیب کی ضرورت ہے، مزید برآں طباعت وکتابت کی غلطیوں اور فنی تسامحات سے کلام معجز کے علاوہ کسی اور کتاب کو محفوظ خیال نہیں کیا جاسکتا اس لیے ہم مخلص قارئین اور اس نصاب کے پڑھنے پڑھانے والے بیدار مغز طلبہ واساتذۂ کرام سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ قابل اصلاح امور کی نشاندہی کر کے مطلع فرمائیں، شکریہ۔

أمین یارب العالمین وصلی اللہ علی النبی الخاتم الامین وعلی آلہٖ وصحبہ اجمعین۔

رفیق احمد بالاکوٹی

استاد جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

یا ایھا الذین امنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا

اے ایمان والو، اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے

اَدِّ بُوھُم وَعَلِّمُوھُم

انہیں (اولاد کو) علم وادب سکھاؤ

حصہ اوّل

چالیس آیات مع ترجمہ و تفسیر

قرآن مجید

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں میں سے وہ آخری کتاب ہے جو اللہ کے آخری نبی حضرت محمد ﷺ پر تیئس سال کے عرصے میں تدریجاً نازل ہوئی، یہ مقدس کتاب تمام انسانوں کیلئے ہدایت کا پیغام ہے۔

قرآن کریم اور اس سے پہلے نازل شدہ سب کتابوں اور صحیفوں میں بنیادی تعلیمات مثلاً توحید، ردشرک، اخلاق وآداب اور اہم اہم عبادات سے متعلق احکام مشترک رہے مگر سابقہ ساری کتابیں اور صحیفے اوران کے احکام ایک محدود عرصہ اور خاص قوم کیلئے ہوا کرتے تھے، پوری دنیا کے انسانوں کیلئے نہ تھے یعنی ان کا عرصۂ تعلیم اور دائرۂ عمل محدود تھا، مگر قرآن کریم ایک ایسی جامع کتاب ہے جو زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی کرتی ہے اور اس کی ہدایت کسی خاص وقت اور قوم کیلئے نہیں بلکہ قیامت تک کے تمام انسانوں کیلئے ہے جس میں سابقہ تمام کتابوں کی خصوصیات اور علوم پائے جاتے ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ساری قوموں کو اس آخری مقدس کتاب پر ایمان لانے اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنے کا لازمی حکم دیا ہے۔

قرآن کریم کے علوم اور تفصیلی احکام کا مکمل احاطہ تو کسی انسان کے بس میں نہیں، البتہ قرآنی علوم اور احکام سے حسبِ استطاعت ربط وتعلق اور مناسبت پیدا کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے، ہر شخص پر لازم ہے کہ اس کے عقائد، اعمال، اخلاق، عادات واطوار اور معاملات قرآنی ہدایات کے مطابق ہوں اور اس کے احکام کو بجالائے۔

کسی حد تک اسی مقصد کے حصول کی خاطر کتاب کے اس حصہ میں چالیس قرآنی آیات میں سے منتخب احکام وآداب کو بچوں کیلئے نہایت سہل انداز میں بیان کیا گیا ہے تاکہ ان میں بچپن ہی سے قرآن کریم پڑھنے، سمجھنے اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنے کا شوق اور جذبہ پیدا ہو۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ﴿۱﴾ الرَّحْمٰنِ
الرَّحِیْمِ ۙ﴿۲﴾ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ﴿۳﴾ؕ
اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ﴿۴﴾ؕ
اِہْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۙ﴿۵﴾ صِرَاطَ
الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ ۙ۬ غَیْرِ
الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ﴿۷﴾ع

﴿ ۱ ﴾

۞ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ (البقرۃ: ۱۱۰)

ترجمہ: اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور تم جو بھی نیک کام بھلائی کے واسطے جمع کرتے رہو گے اللہ کے پاس پہنچ کر اسکو پالو گے۔ اللہ تعالیٰ وہ سب دیکھ رہا ہے جو تم کر رہے ہو۔

تشریح: عبادات میں نماز کو بنیادی حیثیت حاصل ہے جس نے نماز قائم کی گویا اس نے دین کے دوسرے احکام کو قائم کیا اور جس نے اسے ضائع کیا گویا اس نے دین کے دیگر احکام کو بھی ضائع کیا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نماز قائم کرنے کا حکم دیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے حقوق کی رعایت کرتے ہوئے پابندی کے ساتھ اسے ادا کرے مثلاً با جماعت نماز پڑھے، تکبیر اولیٰ پانے کی کوشش کرے اور صفِ اوّل کا اہتمام کرے۔

اس آیت میں دوسرا حکم زکوٰۃ کا ہے جو دین کے بنیادی ارکان میں سے ہے اس کے ادا کرنے سے باقی مال پاکیزہ بن جاتا ہے، برکتیں آجاتی ہیں، فقراء اور بیکسوں کے تعاون کی صورت نکل آتی ہے۔

نماز اور زکوۃ کے حکم کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک عام اصول بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال واحوال سے باخبر ہے، اخلاص کے ساتھ اسی کی رضا اور خوشنودی کیلئے جو بھی نیکی و بھلائی کرو گے اس کا اجر وثواب اور بہتر سے بہتر صلہ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے ہاں پاؤ گے، انسان کے اعمال صالحہ ذخیرہ بن کر آخرت کی فلاح ونجات کا ذریعہ بنتے ہیں۔

حدیث شریف میں دنیا کو آخرت کی کھیتی کہا گیا ہے یعنی جیسا بوؤ گے ویسا کاٹو گے، انسان دنیا پرستی میں مبتلا نہ ہو بلکہ اللہ کی محبت اور اس کی یاد کو زندگی کی اساس بنائے، آخرت کی فکر کو بڑھائے، آنے والی زندگی کیلئے اچھے اعمال کر کے زادِ راہ مہیا کرے، جہاں ہر چھوٹا بڑا عمل سامنے لایا جائیگا، اچھائی کا اچھا اور برائی کا برا بدلہ ملے گا۔

﴿ ۲ ﴾

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ○ (البقرة : ۱۸۶)

ترجمہ: اور جب تجھ سے (اے پیغمبر) میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں سو میں تو قریب ہوں، مانگنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے مانگے، پس چاہئے کہ وہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ نیک راہ پر آئیں۔

تشریح: جس شخص کے دل میں یہ یقین راسخ ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اس سے اس کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہے، اس کی مصلحتوں کو جانتا ہے، اس کی فلاح و بہبود چاہتا ہے، اس کے ساتھ انتہائی شفقت ومہربانی والا معاملہ فرماتا ہے، اس کی پکار سنتا ہے اور اس کی دعا کو قبول کرتا ہے، وہ اپنے ہاتھ صرف اللہ کے سامنے پھیلائے گا، اسی سے اپنی ہر مراد مانگے گا، اس کی زندگی، موت، عبادت اور قربانی سب اسی کیلئے ہوگی۔

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنے بندوں سے دور نہیں بلکہ انتہائی قریب ہوں، جب وہ ہر جانب سے ہٹ کر اخلاصِ کامل کے ساتھ میری جانب متوجہ ہوتے ہیں تو میں ان کی دعاؤں کو قبول کرتا ہوں اور ان کی دادرسی کرتا ہوں البتہ وہ میرا کہا مانیں اور مجھ پر کامل یقین رکھیں تاکہ انہیں ہدایت نصیب ہو۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ رات کے آخری حصے میں اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر یہ اعلان فرماتا ہے کہ ہے کوئی مانگنے والا جس کی دعا قبول کروں، ہے کوئی سوال کرنے والا جس کو نوازوں، ہے کوئی بخشش طلب کرنے والا جسے بخش دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کو عبادت کا مغز اور نچوڑ قرار دیا ہے، ایک موقع پر فرمایا کہ اللہ اس درجہ مہربان اور کریم ہے کہ وہ کسی دعا کرنے والے کو خالی ہاتھ واپس نہیں کرتا۔

دعا پوری توجہ اور قبول ہونے کے یقین کے ساتھ مانگی جائے، دل غافل اور بے پروانہ ہو، اللہ تعالیٰ دعا مانگنے والوں سے خوش اور نہ مانگنے والوں سے ناراض ہو جاتا ہے۔

؎ اَللّٰہُ یَغْضَبُ اِنْ تَرَکْتَ سُؤَالَهٗ وَابْنُ اٰدَمَ حِیْنَ یُسْئَلُ یَغْضَبُ

﴿ ۳ ﴾

وَلَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○

(البقرة : ۱۸۸)

ترجمہ : اور آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طور پر مت کھاؤ اور نہ انہیں حاکموں کے پاس اس غرض سے لے جاؤ کہ اس کے ذریعے لوگوں کے مال کا ایک حصہ تم بطور گناہ کے جان بوجھ کر کھا جاؤ۔

تشریح : یہ آیت ایک اصول بتلاتی ہے کہ ہر وہ مال حرام ہے جو کسی ناجائز طریقے سے حاصل کیا گیا ہو، اسلام میں رزق حلال کی تلقین اور حرام سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے، حلال وحرام کا صحیح اور معقول معیار صرف وہی ہوسکتا ہے جو قرآن وحدیث میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ: کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کا مال اس کی خوشی اور رضامندی کے بغیر کھائے۔

ناحق طور پر ایک دوسرے کا مال لینا اور کھانا جیسے سود، چوری، لوٹ مار، جوا، رشوت، خیانت، دغابازی، جھوٹی گواہی، جھوٹی قسم، ناجائز خرید وفروخت اور دیگر ممنوع ذرائع سے مال حاصل کرنا یہ سب حرام ہے۔ اسی طرح یہ بھی قطعاً ناجائز ہے کہ ظالم حکام کو کسی کے مال کی خبر دے تاکہ ناحق طور پر وہ اسے چھین لیں، یا اپنا مال رشوت کے طور پر ان تک پہنچائے اور ان کو اپنا موافق بنا کر دوسرے کا مال جان بوجھ کر ناجائز طور پر کھالے۔

کوئی قاضی اگر رشوت وسفارش یا جھوٹی گواہی کی بنیاد پر کسی ایک کا مال، جائیداد یا کوئی بھی چیز ایسے شخص کو دے جس کا حق نہیں بنتا تو وہ اس کے لئے آگ کا ٹکڑا ہے، وہ تمام نذرانے، تحائف، دعوتیں اور دیگر ایسے ذرائع جن سے حکام پر اثر ڈالنا اور ان سے تعلقات بڑھا کر ناجائز مفاد حاصل کرنا مقصود ہو، ناجائز اور معاشرے کے امن وسکون کیلئے ناسور ہیں، ایسا کرنے سے قاضی وحاکم جانبدار بن سکتے ہیں جس سے انصاف کا ترازو ٹیڑھا ہوسکتا ہے، ظلم وحق تلفی عام ہوسکتی ہے، عدل وانصاف کا وجود ختم ہوسکتا ہے۔

﴿ ٤ ﴾

❁ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۠ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○

(البقرة : ٢٠٨)

ترجمہ : اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو، واقعی وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

تشریح : یہودی مذہب میں اونٹ کا گوشت حرام اور ہفتے کا دن قابل تعظیم تھا، حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ (جو علماءِ یہود میں سے تھے) کو اسلام لانے کے بعد یہ خیال ہوا کہ اگر ہم بدستور ہفتے کے دن کی تعظیم کرتے رہیں اور اونٹ کا گوشت کھانا عملاً چھوڑ دیں تو یہودی مذہب کی بھی رعایت ہو جائیگی اور یہ بات دینِ اسلام کے خلاف بھی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو متنبہ فرمایا کہ صرف اور صرف اسلامی تعلیمات کو اختیار کرو، اسلام تمہیں سارے مذاہب وادیان سے بے نیاز کر دے گا، یہ ہرگز جائز نہیں کہ بعض احکام کو تو قبول کرو اور بعض میں پس وپیش کرتے رہو۔

اسلام چند عقائد یا چند عبادتوں کا مجموعہ نہیں بلکہ نظام زندگی کیلئے مکمل اور عمدہ ترین ضابطہ ہے جو زندگی کے ہر شعبے میں راہ نمائی کرتا ہے، منزل مقصود تک پہنچاتا ہے اور دین ودنیا کی اعلیٰ ترین کامیابی کی راہ ہموار کرتا ہے، لہٰذا پوری زندگی کو اسلام کے تحت لے آؤ، تمہارے عقائد ونظریات، عبادات واعمال، معاملات ومعاشرت، حکومت وسیاست، صنعت وتجارت سب دین اسلام کے مکمل تابع ہوں اور جو لوگ ایسا نہیں کرتے وہ گویا شیطان کے نقش قدم پر چلتے ہیں حالانکہ وہ ان کا کھلا دشمن ہے، اس سے خیر کی امید حماقت ونادانی ہے، اسلام اور کفر یکجا نہیں ہو سکتے، چنانچہ اسلام کو مِن وعَن پورے کا پورا ماننا ضروری ہے، اپنی زندگی کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے بعض میں اسلام کی پیروی کرنا اور بعض میں نہ کرنا ہرگز جائز نہیں۔

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ

﴿ ۵ ﴾

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۭ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ (البقرة: ۲۶۱)

ترجمہ: جولوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے اموال خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کیے ہوئے اموال کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ جس سے سات بالیں نکلیں اور ہر بالی کے اندر سو دانے ہوں اور اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے جس کے واسطے چاہے اور اللہ بڑی وسعت والا ہے، سب کچھ جانتا ہے۔

تشریح: جولوگ صحیح عقیدے کے ساتھ اللہ کی رضا کے لئے کسی بھی نیک کام میں خرچ کرتے ہیں، اللہ ان کے اس عمل کی قدر دانی فرماتا ہے، ان کے مال میں ظاہری و باطنی برکت ہو جاتی ہے، حدیث شریف میں ہے کہ صدقہ مال کو کم نہیں کرتا۔

اللہ نے اپنی راہ میں خرچ کئے ہوئے مال کی مثال یوں بیان فرمائی ہے کہ جیسے ایک شخص ایک دانہ بوئے اوراس دانے سے سات ایسے خوشے نکلیں کہ ہر ہر خوشے میں سو سو دانے ہوں، گویا ایک دانے سے سات سو دانے بن گئے، یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں تھوڑا سا بھی خرچ کیا جائے تو اس پر عظیم اجر وثواب ملتا ہے، ایک کے بدلے سات سو ملتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جس کے لئے چاہے دوگنا بلکہ کئی گنا دے گا، اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے، وہ نیتوں سے بھی خوب آگاہ ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ کی مقبولیت اوراس پر مذکورہ اجر وثواب کی شرط یہ ہے کہ خرچ کرنے والے کی نیت خالص ہو، جن پر خرچ کرے وہ مستحق اور اہل ہوں، جو مال خرچ کرے وہ پاک اور حلال ہو، حدیث میں ہے کہ: اللہ تعالیٰ پاکیزہ اور حلال چیز ہی کو قبول فرماتا ہے۔

ان مذکورہ شرائط کی طرف آیت بالا میں اشارہ موجود ہے اور وہ اس طرح کہ کاشتکار گندم کے ایک دانے سے سات سو دانے تب حاصل کرسکتا ہے جب کہ وہ کاشتکاری کے فن میں مہارت رکھتا ہو، جس زمین میں بیج ڈالے اس میں اُگانے کی صلاحیت ہو، جو بیج ڈالے وہ بھی عمدہ ہو، خراب نہ ہو۔

﴿ ٦ ﴾

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ (آل عمران: ۸۵)

ترجمہ: اور جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو طلب کرے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا۔

تشریح: اسلام کے اصل معنی سونپ دینے کے ہیں، ایک مسلمان ہمہ تن اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہے اور اس کے احکام کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتا ہے، شروع سے لیکر آخر تک تمام پیغمبر اپنے اپنے زمانے میں اپنی اپنی امت کو وقت کے مناسب احکام پہنچا کر صرف اللہ تعالیٰ کی پرستش اور اطاعت کی طرف بلاتے رہے، خاتم الانبیاء محمد ﷺ نے تمام دنیا کو کامل، جامع اور ناقابل تنسیخ ہدایات دیں جو ایک خصوصی رنگ میں اسلام کے نام سے موسوم ہوئیں، دیگر تمام ادیان منسوخ ہوگئے، اب اسلام کے علاوہ کوئی دین مقبول اور ذریعۂ نجات نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام میرا زمانہ پاتے تو وہ بھی یقیناً میری ہی پیروی کرتے، ایک اور حدیث میں ہے کہ قربِ قیامت میں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی اتباع کریں گے۔

اسلام ایک واضح اور روشن حقیقت ہے جس کی پیش گوئی اور حقانیت کی شہادت سابقہ کتب میں بھی موجود تھی، اب جو شخص بھی اسلام کے مقابلے میں کوئی جھوٹا اور نامکمل راستہ اختیار کریگا وہ ہرگز قابل قبول نہیں، اور ایسے شخص کا کوئی عمل اور مجاہدہ بھی مقبول نہیں، وہ بظاہر کتنے ہی اچھے اعمال کرے لیکن وہ حقیقی بندگی سے محروم ہے، طلوعِ آفتاب کے بعد مٹی کے چراغ جلانا اور ستاروں کی روشنی تلاش کرنا محض لغو اور کھلی حماقت ہے، اسلام میں اس بات کی بھی کوئی گنجائش نہیں کہ بدلتے ہوئے حالات اور لوگوں کے مختلف مزاجوں کے پیشِ نظر قرآن وحدیث سے ثابت شدہ احکام میں کسی قسم کی تبدیلی کی جائے۔

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں

﴿ ۷ ﴾

❁ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (ال عمران : ۱۰۴)

ترجمہ: اورتم میں سے ایک ایسی جماعت کا ہونا ضروری ہے جو خیر کی طرف بلایا کرے اور نیکی کا حکم دیا کرے اور برائیوں سے روکا کرے اور ایسے لوگ کامیاب ہونگے ۔

تشریح: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جیسے بندے کواپنی اصلاح کرنے پر خوب توجہ دلائی ہے اسی طرح قومی اوراجتماعی فلاح کے لئے بطوراصول اہل ایمان کواس بات کی تاکید فرمائی ہے کہ وہ تقوی اختیار کریں، اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں، بھائی چارگی کی فضا قائم کریں اوراتفاق واتحاد کواپنا شیوہ بنائیں البتہ یہ سب چیزیں اس وقت وجود میں آسکتی ہیں جب کہ مسلمانوں میں ایک گروہ تبلیغ دین اور دعوت وارشاد کا فریضہ سرانجام دیتا رہے، اس کا کام یہ ہو کہ پوری دنیا کو اپنے قول وعمل سے قرآن وسنت کے احکام کی طرف راغب کرے، ان کونیکیوں کا حکم دے اور برائیوں سے روکے ۔

جس بنیاد پر اس امت کو تمام امتوں پر فوقیت دی گئی ہے وہ یہی ہے کہ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو خیر وبھلائی کی تلقین کرتے رہیں گے اور برائیوں سے روکیں گے، ایمان وعمل اور تقوی وہدایت کی تمام شاخیں ان کی محنتوں اور قربانیوں سے سرسبز وشاداب ہوں گی، وہ کسی ایک قوم ونسب یا مخصوص ملک وخطّے میں محصور نہ ہوں گے بلکہ ان کا دائرۂ عمل سارے عالم اور انسانی زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہوگا، دوسروں کی خیرخواہی اوران کو جنت کے دروازوں پر لاکر کھڑا کرنے کو ہی وہ اپنا کام سمجھیں گے۔

یہی لوگ کامیاب اورسعادت مند ہیں، اس جماعت کے سب سے پہلے مصداق صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے عظیم مقصد کو لے کر اٹھے اور قلیل عرصے میں روم اور فارس کی عظیم سلطنتوں پر اسلام کا جھنڈا لہرایا، نیکی اور تقوی کی شمعیں روشن کیں اوراخلاق وپاکیزگی کا درس دیا، ان کے بعد ہر دور میں حق پر قائم ایک جماعت دین کے دفاع اور اشاعت کی ذمہ داری پوری کررہی ہے اور یہ سلسلہ ان شاءاللہ قیامت تک یونہی چلتا رہے گا۔

﴿ ۸ ﴾

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ (آل عمران: ١٦٤)

ترجمہ : حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان کیا جب ان ہی میں سے ایک ایسے پیغمبر کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو پاک کرتے ہیں اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور یقیناً یہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر اپنے ایک عظیم احسان کو بیان فرمایا ہے کہ میں نے انہی میں سے ان کی ایک جانی پہچانی شخصیت کو رسول بنا کر بھیجا جن کے پاس ان کا بیٹھنا، گفتگو کرنا، ان کی زبان سمجھنا، ان کے انوارات وبرکات سے استفادہ اور فیض حاصل کرنا آسان ہے، بلند ترین رتبہ ومنصب کے باوجود وہ ان کے ساتھ گھلے ملے رہتے ہیں، ان کے احوال، امانت، دیانت، خداترسی، سچائی اور پاکبازی سے ہر ایک خوب واقف ہے، اس نبی کی شان یہ ہے کہ وہ ان کو قرآنی آیات پڑھ کر سناتے ہیں، آپ کی صحبت اور قلبی توجہ سے نفوس کا تزکیہ ہوتا ہے، یعنی شرک ومعصیت کی تمام آلائشوں سے ان کے دل صاف ہوجاتے ہیں، وہ قرآن وسنت کی تعلیم دیتے اور ان کے اسرار ورموز بتلاتے ہیں، وہ قوم جو صدیوں سے جہالت اور کھلی گمراہی میں غرق تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور تعلیم وتربیت کی برکت سے ساری دنیا کے لیے ہادی اور معلّم بن گئی۔

آپ نے اپنی مکی زندگی میں افراد سازی کا کام انجام دیا اور انسانوں کا ایک ایسا معاشرہ تیار کیا جس کا مقام فرشتوں کی صفوف سے بھی آگے ہے، زمین وآسمان نے اس سے پہلے ان کا مثل نہیں دیکھا، ان کے بعد والوں کے لئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی تعلیمات اور طریقے چھوڑے ہیں جن کو اختیار کر کے انسانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوا جاسکتا ہے۔

﴿ ۹ ﴾

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ○ (النساء:۱۰)

ترجمہ: بلاشبہ جولوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں، بیشک وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب یہ لوگ جلتی آگ میں داخل ہونگے۔

تشریح: زمانۂ اسلام سے قبل بے درد عزیز و رشتہ دار یتیم کے باپ کے چھوڑے ہوئے مال اور جائیداد پر قبضہ کر لیتے تھے یا کم از کم ان کے املاک سے ناجائز فائدہ اٹھاتے تھے، اسلام نے اس ظالمانہ برتاؤ کو ناجائز قرار دیا اور یتیموں کے حقوق کی ادائیگی کی بڑی تاکید کی۔

اس سلسلہ میں اسلامی تعلیم یہ ہے کہ وہ کمسن بچہ جو باپ کے سایۂ محبت سے محروم ہوگیا ہو، اس کا خیال رکھا جائے اور اس کے مال و اسباب کی حفاظت کی جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح قریب ہوں گے، یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی میں تھوڑا سا فاصلہ رکھ کر اشارہ فرمایا۔ **ایک موقعہ پر آپ** ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں کا بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس سے اچھا سلوک ہو رہا ہو اور ایسے گھر کو بدترین گھر قرار دیا جس میں یتیم کے ساتھ بدسلوکی ہو۔

کئی آیتوں میں یتیموں کے مال کے متعلق مکمل احتیاط کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ان کے اموال وجائیداد میں خیانت کو عظیم گناہ بتایا گیا ہے، مذکورہ آیت میں ایسے شخص کے لیے نہایت سخت وعید بیان کی گئی ہے جو یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھاتا ہے، فرمایا کہ گویا یہ شخص انگارے کھا رہا ہے اور اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھر رہا ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ یتیم کا مال ناحق کھانے والا قیامت کے روز اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ اس کے پیٹ کے اندر سے آگ کی لپٹیں اس کے منہ، ناک، کانوں اور آنکھوں سے نکل رہی ہوں گی۔

﴿۱۰﴾

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۝ (النساء : ۸۰)

ترجمہ: جس نے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حکم مانا اس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے منہ موڑا تو ہم نے (اے پیغمبر) تجھ کو ان پر نگہبان نہیں بھیجا۔

تشریح: اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیت میں یہ اصول بیان فرمایا کہ جو میرا اطاعت گذار بندہ بننا چاہتا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ میرے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمانبردار بنے جو اس کی اتباع نہیں کریگا وہ میرا نافرمان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی بتلایا اور سکھلایا ہے جس کا حکم ان کو اللہ کی طرف سے ملا وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى یعنی آپ جو کچھ فرماتے ہیں وہ اللہ کی جانب سے وحی کیا ہوا ہے، خواہ اس کے معانی اور الفاظ دونوں اللہ کی طرف سے نازل ہوئے ہوں جس کا نام قرآن ہے اسے وحی متلو بھی کہا جاتا ہے، یا پھر صرف معانی اللہ کی جانب سے نازل شدہ ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے الفاظ میں بیان فرمایا ہو جس کا نام حدیث وسنت ہے اور اسے وحی غیر متلو بھی کہتے ہیں۔

قرآن کریم میں جن احکام کا اجمالی ذکر ہے ان کی تفصیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وفعل سے کی ہے جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد ہے ارشاد خداوندی ہے: لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَيْهِمْ ۔ اللہ تعالیٰ نے وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَانَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کو واجب التعمیل قرار دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو احرام کی حالت میں سلے ہوئے کپڑے پہنے دیکھا تو حکم دیا کہ یہ کپڑے اتار دو، اس شخص نے اس پر قرآن سے دلیل طلب کی حضرت ابن مسعود نے یہی آیت سنادی۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے لوگوں سے فرمایا میں تمہارے ہر سوال کا جواب قرآن سے دوں گا، پوچھو جو کچھ پوچھنا ہے، ایک شخص نے کہا جو حالتِ احرام میں زنبور (بھڑ) مار ڈالے اس پر کیا جزا ہے؟ امام شافعی رحمہ اللہ نے مذکورہ آیت پڑھ کر حدیث سے مسئلے کا حکم بیان فرمایا۔ آیت بالا کے آخر میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام بندوں تک اللہ کا پیغام پہنچانا ہے، رہا عمل تو اسکی ذمہ داری خود ان پر ہے۔

﴿۱۱﴾

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ۝ (النساء: ۸۵)

ترجمہ: جوشخص اچھی سفارش کرے اس کوبھی اس میں سے حصہ ملے گا اور جوشخص بری سفارش کرے اس کوبھی اس سے حصہ ملے گا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

تشریح: شفاعت کے معنی سفارش کے ہیں، اس آیت میں سفارش کے متعلق ایک قانون بیان فرمایا ہے کہ جوشخص اچھی سفارش کرے مثلاً کسی کو مظلوم کی دادرسی کی ترغیب دے یا دیگر نیک اعمال کے لیے لوگوں کو تیار کرے تو جس طرح عمل کرنے والے کو ثواب ملتا ہے ترغیب دینے والے کو بھی ثواب ملے گا اور جوشخص کسی مجرم کو چھڑوانے کی سفارش کرے یا کسی بھی برائی پر لوگوں کو آمادہ کرے تو وہ بھی برائی کرنے والے کی طرح سزا کا مستحق ہوگا، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، سفارش کرنے والے کی جزا یا سزا اس کے لئے دشوار نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی سفارش کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: تم سفارش کیا کرو تمہیں ثواب ملے گا اچھی سفارش وہی ہے جو ثواب کی نیت سے ہو، کسی دنیاوی جوڑ توڑ کے لئے نہ ہو بلکہ اس کا مقصد محض اللہ تعالیٰ کے لئے کسی ضرورت مند کا تعاون ہو، سفارش کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ جس کی سفارش کی جائے وہ حق بجانب ہو۔

کسی مسلمان کی حاجت روائی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا بھی شفاعت حسنہ میں داخل ہے، ایسے شخص کے لیے فرشتے دعا کرتے ہیں، ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ: جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے لئے دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ تیری بھی حاجت پوری فرمائے۔

اچھی سفارش ایک کمزور شخص کی اعانت ہے اور دوسروں کی اعانت کرنے پر اللہ تعالیٰ اپنی عنایات سے نوازتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اللہ تعالیٰ اس وقت تک اپنے بندے کی مدد فرماتا رہتا ہے، جب تک وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کی مدد میں لگا رہے

﴿۱۲﴾

۞ وَإِذَا حُيِّيتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبًا ○ (النساء: ٨٦)

ترجمہ: اور جب تم کو کوئی سلام کرے، تو اس سے بہتر الفاظ میں سلام کرو، یا ویسے ہی الفاظ کہہ دو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔

تشریح: دنیا کی ہر مہذب قوم کے لوگ جب آپس میں ملتے ہیں تو تعظیم وتکریم اور اظہار محبت کیلئے کوئی نہ کوئی کلمہ کہہ دیتے ہیں، اسلام نے ملاقات کے وقت السلام علیکم کہنے کا حکم دیا ہے، جس میں اظہار محبت کے ساتھ ساتھ دعا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آفات ومصائب سے سلامت رکھے، اس کلمہ کے ذریعے مسلمان ایک دوسرے کو یہ بھی یاد دلاتے ہیں کہ ہم سب ہر وقت اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں، وہی ہمیں سلامتی دیتا ہے اور تکالیف سے بچاتا ہے، نیز اس کلمہ کے ضمن میں سلام کرنے والے کی جانب سے یہ وعدہ بھی ہے کہ میری طرف سے آپ کی جان، مال اور آبرو سب محفوظ ہیں۔ سلام ایک اسلامی شعار ہے، کسی سے ملاقات ہو، ٹیلیفون پر بات ہو یا خط وکتابت ہو، ہر صورت میں سلام سنت ہے خواہ آپس میں تعارف ہو یا نہ ہو، اسی طرح گھر میں داخل ہوتے وقت بھی سلام کرنا سنت اور خیر وبرکت کا باعث ہے۔ مذکورہ بالا آیت میں ارشاد ہے کہ جب تمہیں سلام کیا جائے تو اس کا جواب بہتر انداز میں دو، یعنی وعلیکم السلام کے ساتھ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کا اضافہ بھی کرو ورنہ کم از کم وہی الفاظ دہراؤ۔

اسلام میں سلام کے کئی آداب ہیں: تھوڑے لوگ زیادہ کو، چھوٹا بڑے کو، سوار پیدل کو اور چلنے والا بیٹھے ہوئے شخص کو سلام میں پہل کرے، سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے دور اور اللہ سے قریب ہے۔

صرف سر یا ہاتھ کے اشارے یا آداب عرض اور دیگر مروجہ الفاظ سے سلام کی سنت ادا نہیں ہوگی بلکہ زبان سے سلام کے الفاظ کا کہنا ضروری ہے۔ قرآن کریم میں جس اہمیت کے ساتھ سلام اور اس کے جواب دینے کا حکم موجود ہے اس سے واضح طور پر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ یہ کوئی رسمی چیز نہیں بلکہ ایک اہم اسلامی حکم ہے، روز قیامت اس پر محاسبہ ہوگا۔ آیت بالا کے آخر میں اسی بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ اللہ تمام چیزوں کا حساب لے گا جن میں سلام اور اس کا جواب بھی داخل ہے۔

﴿۱۳﴾

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۫ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۫ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۫ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ (المائدۃ: ۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے لیے پوری پابندی کرنے والے، انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے رہو اور کسی قوم کی دشمنی تمہارے لیے اس بات کا سبب نہ بنے کہ تم انصاف کو چھوڑ دو، عدل کرو، وہ تقوی سے زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری اطلاع ہے۔

تشریح: اس سے پہلی آیت میں حق تعالیٰ نے مومنوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اللہ کے احسانات اور اس سے کیا ہوا عہد و پیمان یاد کریں، اس آیت میں یہ وضاحت فرمائی کہ صرف زبان سے یاد کرنا کافی نہیں ہے بلکہ عملی زندگی میں اس کا ثبوت مطلوب ہے کہ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کی خاطر اس کے احکامات کی مکمل پابندی کے لیے کمر بستہ رہو اور حکم ملتے ہی فوراً تعمیل کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے حقوق کے ساتھ مخلوق کے حقوق ادا کرنے میں بھی پوری جدوجہد اور اہتمام کرو اور کبھی گواہی دینے کی نوبت آجائے تو حق کے ساتھ گواہی دینے سے گریز نہ کرو، تمام معاملات میں عدل و انصاف کا ترازو ایسا صحیح اور برابر ہونا چاہئے کہ گہری سے گہری محبت اور شدید سے شدید عداوت بھی اس کے دونوں پلڑوں میں سے کسی پلڑے کو نہ جھکا سکے۔

آیت کے آخر میں تنبیہ ہے کہ جو چیزیں شرعاً ناجائز ہیں ان سے بچا کرو، تقوی والی عظیم صفت کو اپناؤ، اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت سے ڈرو، وہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے، تمہارا ہر ایک قول و فعل نامۂ اعمال میں درج ہو رہا ہے، روز قیامت ان سب کا حساب دینا پڑے گا۔

﴿۱۴﴾

۞ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَتَّخِذُواْ ٱلۡيَهُودَ وَٱلنَّصَٰرَىٰٓ أَوۡلِيَآءَۘ بَعۡضُهُمۡ أَوۡلِيَآءُ بَعۡضٖۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمۡ فَإِنَّهُۥ مِنۡهُمۡۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهۡدِي ٱلۡقَوۡمَ ٱلظَّٰلِمِينَ ۝ (المائدة : ۵۱)

ترجمہ : اے ایمان والو! تم یہود ونصاری کو اپنا دوست مت بناؤ، وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو شخص تم میں سے ان کے ساتھ دوستی کرے گا بیشک وہ انہی میں سے ہوگا، یقیناً اللہ سمجھ نہیں دیتے ان لوگوں کو جو اپنا نقصان کر رہے ہیں۔

تشریح : منافقین نے یہودیوں سے دوستانہ تعلقات قائم کر رکھے تھے، ان کا خیال یہ تھا کہ ان سے ہماری دوستی کسی بھی وقت کام آسکتی ہے، ان کا سردار عبداللہ بن اُبی کہا کرتا تھا کہ میں ایک ہوشیار آدمی ہوں مجھے زمانے کے حوادث اور گردش کا اندیشہ ہے اس لئے ہم یہودیوں سے تعلق منقطع نہیں کر سکتے۔

ان آیات سے پہلے یہود ونصاری کے قبائح کا بیان تھا اور ان آیات میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ تم ان سے محبت نہ کرو کیونکہ محبت اور صحبت کا اثر انسان کے دل پر ہو ہی جاتا ہے، محبوب کی ہر بات اور ہر ادا اسے محبوب نظر آتی ہے، کفر وشرک ایک ایسا مرض ہے کہ میل جول سے اس کے جراثیم متعدی ہو سکتے ہیں، کافروں سے دوستی اور تعلق بڑھانے والا مسلمان باطن کے اعتبار سے ان میں شامل نہ بھی ہو لیکن ان کی محبت اور صحبت سے یہی اندیشہ ہے کہ آئندہ چل کر انہیں میں سے ہو جائے، یعنی نعوذ باللہ اسلام سے مرتد ہو جائے جیسا کہ بعد والی آیتوں میں ارتداد اور مرتدین کا تفصیلی ذکر ہے۔

جس طرح کسی حکومت کی رعایا بن جانے کے بعد اس کے قانون پر اعتراض کی گنجائش باقی نہیں رہتی اسی طرح قانونِ شریعت پر نکتہ چینی یا اس میں غلط تاویل کر کے کافروں سے دلی تعلق قائم کرنا ارتداد کے لیے پیش خیمہ ہے، جو شخص حکومت کے دشمنوں اور باغیوں سے میل جول اور دوستانہ تعلقات رکھے حکومت کی نظر میں ایسے شخص کی وفاداری مشکوک ہو جاتی ہے، اسی طرح کافروں سے دوستی انسان کو اسلام کی نظر میں مشکوک بنا دیتی ہے۔

﴿۱۵﴾

مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشۡرُ اَمۡثَالِهَا ۚ وَمَنۡ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجۡزٰۤى اِلَّا مِثۡلَهَا وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ ۝ (الانعام: ۱۶۰)

ترجمہ: جو شخص نیک کام کرے گا اس کو دس گنا نیکیاں ملیں گی اور جو شخص برے کام کرے گا اس کو اس کے برابر ہی سزا ملے گی اور ان لوگوں پر ظلم نہیں کیا جائیگا۔

تشریح: اللہ اپنے بندوں پر بے حد مہربان ہے، وہ اپنے بندوں کے نیک اعمال کی قدردانی فرماتا ہے، چھوٹے سے چھوٹے عمل پر بھی بڑا اجر وثواب عنایت فرماتا ہے، نامۂ اعمال میں نیکیوں کے اضافے کی صحیح قدر و قیمت آج ہمیں معلوم نہیں لیکن جس دن اللہ کے سامنے پیشی ہوگی، حساب وکتاب کا مرحلہ سامنے آئے گا، اس دن پتہ چلے گا کہ ایک نیکی کی کیا قیمت ہوتی ہے، وہاں کی کرنسی روپیہ پیسہ نہیں اور نہ وہاں منصب وعہدہ کام آئے گا، وہاں تو سوال ہوگا کہ اپنے دامن میں کتنی نیکیاں لے کر آئے ہو؟ اس وقت اگر دامن خالی ہوا تو حسرت ہی حسرت ہوگی۔

اس آیت میں اعمال صالحہ کی ترغیب دی گئی ہے، آخرت کی جزا وسزا کا ایک ضابطہ بیان فرمایا ہے کہ ایک نیکی پر دس نیکیوں کا بدلہ ملے گا جبکہ ایک گناہ کا بدلہ صرف ایک ہی گناہ کے برابر ہوگا۔

اس آیت کے الفاظ مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَةِ اور وَمَنۡ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ سے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ صرف نیکی یا برائی کرنے سے جزا وسزا نہیں ہوگی بلکہ موت کے وقت تک اس عمل کا (خواہ اچھا ہو یا برا) قائم رہنا شرط ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے کوئی نیک کام تو کیا لیکن پھر کسی گناہ کی وجہ سے وہ عمل ضائع ہو گیا تو اب وہ اس عمل پر جزا کا مستحق نہیں رہا، اسی طرح کسی نے برا عمل تو کیا مگر پھر سچے دل سے توبہ کر لی یا اس پر کسی بندے کا حق تھا مگر اس نے اِسے ادا کیا یا اُس بندے نے اپنا حق معاف کر دیا تو ایسی صورت میں وہ گناہ مٹا دیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عدالت عالیہ میں کسی پر ظلم نہیں ہوگا، نہ نیک عمل کے بدلے میں کمی ہوگی، اور نہ برے عمل کے بدلے میں اس سے زائد سزا ہوگی۔

﴿۱۶﴾

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ ۗ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ (الانعام: ۱۶۵)

ترجمہ: اور اسی ذات (اللہ تعالیٰ) نے تمہیں زمین میں نائب بنایا اور تم میں سے ایک کا رتبہ دوسرے پر بڑھایا تاکہ تمہیں اپنی دی ہوئی چیزوں میں آزمائے اور یقیناً آپ کا رب جلد سزا دینے والا ہے اور واقعی وہی بڑا بخشنے والا اور خوب مہربان ہے۔

تشریح: لفظ خلائف، خلیفہ کی جمع ہے جس کے معنی قائم مقام اور گدی نشین کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو خطاب فرماتے ہوئے یاد دلایا کہ تمہیں میں نے پہلی قوموں کی جگہ پر آباد کیا ہے، کوئی بھی زمین اور مکان جس کو آج تم اپنی ملکیت کہتے ہو اور سمجھتے ہو تم سے پہلے دوسروں کی ملکیت تھی، ان کو ہٹا کر تمہیں ان کی جگہ بٹھایا گیا ہے پھر تم سب یکساں نہیں کوئی مفلس ہے تو کوئی مالدار، کوئی ذلیل ہے تو کوئی عزت والا، درجات کا یہ تفاوت بھی اس بات کی خبر دے رہا ہے کہ اصل اختیار کسی اور ہستی کے ہاتھ میں ہے ورنہ اگر یہ اختیار خود تمہیں حاصل ہوتا تو کون فقر وذلت پر راضی ہوتا!

مال ودولت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہر طرح سے آزمائش میں ڈالا، کسی کو زیادہ دے کر آزمایا، کسی کو کم دے کر آزمایا، فقر وافلاس پر صبر اور نعمتوں پر شکر کا حکم دیا، مراتب کا یہ فرق درحقیقت تمہارے لئے ایک عظیم امتحان کا درجہ رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے کہ تمہارا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ کیا رویہ ہے، عدل وانصاف اختیار کرو گے یا ظلم وزیادتی پر اتر آؤ گے، شکر گزار اور فرمانبردار بنو گے یا ناشکری اور نافرمانی کرو گے، دونوں حالتوں کا انجام بھی واضح ہے، اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو سزا دینے والا اور فرمانبرداروں کی مغفرت کرنے والا اور ان کو اپنی رحمت سے خوب نوازنے والا ہے۔

﴿۱۷﴾

۞ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ○ (الاعراف : ۲۶)

ترجمہ: اے آدم (علیہ السلام) کی اولاد ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا جو تمہاری شرم گاہ کو چھپاتا ہے اور تمہارے لئے زینت ہے۔ اور تقوی کا لباس، وہ سب سے بہتر ہے، یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ یہ لوگ غور کریں۔

تشریح: لباس قدرت کی عظیم نعمت ہے، اس کا اصل مادہ جو روئی یا اون وغیرہ ہے محض اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے، اس کے فوائد میں اگرچہ زینت اور موسمی اثرات سے حفاظت بھی ہے لیکن اس کا اصل اور اولین مقصد ستر پوشی ہے، شرم وحیا انسانی فطرت ہے، یہی وجہ ہے کہ جب حضرت آدم اور حوا علیہما السلام سے جنت کا لباس اتر گیا تو وہ اپنے جسموں کو درختوں کے پتوں سے ڈھانپنے لگے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا کہ ہم نے تمہاری خواہش اور ضرورت کی خاطر لباس کا انتظام کیا جس سے تم ستر بھی چھپاتے ہو اور اس کے ذریعے زینت اور جمال بھی حاصل کرتے ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص نیا لباس پہنے تو یہ دعا پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِیْ حَیَاتِیْ

آیت میں یہ بھی واضح کیا گیا کہ تم جس طرح تحفظ وآرائش کیلئے ظاہری لباس استعمال کرتے ہو، اسی طرح باطنی زینت اور حفاظت کیلئے تقوی کو اپناؤ، عملِ صالح اور خوفِ خدا کو اپنا شیوہ بناؤ جو انسان کے اخلاقی عیوب کا پردہ اور اخروی نجات کا ذریعہ ہے اور یہ سب سے بہتر لباس ہے۔

آیت کے آخر میں بتلایا گیا کہ لباس کا پیدا کرنا اللہ کے فضل واحسان کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے تاکہ تم غور کرکے اپنے منعم ومحسن کی اطاعت وفرمانبرداری کا حق ادا کرو، اسی کو لباس تقوی کہا گیا۔

﴿۱۸﴾

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ ۙ۬ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ○ (یونس: ۵۷)

ترجمہ: اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت ہے اور دلوں کے روگ کی شفا ہے اور مؤمنین کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

تشریح: شرک وگمراہی کی ظلمت میں ڈوبی ہوئی انسانیت کونورِ ہدایت کی طرف لانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور ان پر اپنی مقدس کتاب نازل فرمائی۔ مذکورہ آیت میں اس آخری کتاب قرآن کریم کی صفات مذکور ہیں، اسے نصیحت، شفا، ہدایت اور رحمت کا نام دیا گیا ہے، یہ کتاب اول تا آخر نصیحت ہے، دل وروح کی بیماریوں کیلئے شفا اور صحت کا سامان ہے، نورِ ہدایت ہے، پیغامِ رحمت ہے، ہر اعتبار سے کامل اور جامع ہے، اس کی تعلیمات ابدی ہیں، یہ روشنی کا منبع ہے، سراپا علم ومعرفت ہے، ایمان ویقین کا سرچشمہ ہے، اس میں دنیوی اور اخروی زندگی کے تمام موضوعات کا ذکر ہے، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی علمی معجزہ ہے، اس کے مضامین بلند اور نہایت فصیح ہیں۔

قرآن کریم لوگوں کو مہلک اور مضر باتوں سے روکتا ہے، اللہ تعالیٰ تک پہنچنے اور اسکی خوشنودی حاصل کرنے کا راستہ بتلاتا ہے۔ جو شخص قرآن کی تعلیمات کو مضبوطی کے ساتھ تھامے گا وہ کمال کے تمام مراتب پر فائز ہوسکتا ہے، وہ اپنے ظاہر کو برے افعال سے اور اپنے باطن کو غلط وفاسد عقائد سے پاک کرلے گا، اپنے نفس کو درست عقائد اور اعلیٰ اخلاق سے آراستہ کرلے گا، جس کے بعد رحمت الٰہی کے انوارات اور فیوض مکمل طور پر اسکی طرف متوجہ ہوں گے۔ اسے سمجھ کر پڑھنا، اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جاننا اور اس پر عمل کرنا ہی اس کی روح ہے اور اس کے نزول کا اصل مقصد ہے۔ گناہوں سے زنگ آلود دلوں کے لئے کثرت سے موت کی یاد کے ساتھ ساتھ قرآن پڑھنے کا نسخہ بتلایا گیا ہے۔

﴿۱۹﴾

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣعَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ (یوسف: ۱۰۸)

ترجمہ: (اے پیغمبر!) آپ کہہ دیجئے کہ یہ میری راہ ہے، میں اللہ تعالیٰ کی طرف اس طور پر بلاتا ہوں کہ دلیل پر قائم ہوں، میں بھی اور میرے ساتھ والے بھی اور اللہ تعالیٰ پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں۔

تشریح: آپ ﷺ کو حکم ملا کہ وہ لوگوں میں یہ اعلان کر دیں کہ جو راہ میں نے خود اختیار کی ہے دوسروں کو بھی اسی کی طرف بلا رہا ہوں یہ کسی سرسری نظر پر مبنی نہیں بلکہ پوری عقل اور بصیرت کا نتیجہ ہے۔ میرے پاس اس دین کی حقانیت پر واضح دلائل ہیں۔ جو لوگ مجھ پر ایمان لا کر میرے پیروکار بنے ہیں وہ بھی بے سوچے سمجھے نہیں بلکہ مکمل طور پر مطمئن ہو کر ساتھ دے رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: مَنِ اتَّبَعَنِيْ سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے سپاہی اور علوم رسالت کے خزانے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی زندگی کا نقشہ یوں کھینچا ہے: نبی کریم ﷺ کے ساتھی امت کے بہترین افراد ہیں، ان کے قلوب پاک اور علم گہرا ہے، تکلف نام کی کوئی چیز ان میں نہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے رسول کی صحبت اور خدمت کے لئے چنا ہے، تم ان ہی کے اخلاق و عادات اور طریقوں کو سیکھو، وہی سیدھے راستے پر ہیں۔

واضح ہو کہ قیامت تک جو شخص بھی اخلاص کے ساتھ رسول ﷺ کی دعوت کو امت تک پہنچانے کی خدمت میں مشغول رہے گا وہ بلند مرتبہ پر فائز ہوگا اور وَ مَنِ اتَّبَعَنِيْ کے زمرے میں آئے گا۔

آیت مذکورہ کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی پاکی کا بیان اور شرک سے براءت کا اظہار ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کو یہ بھی حکم ہے کہ لوگوں کو یہ سمجھائیں کہ میری دعوت کا مطلب تمہیں اپنا بندہ بنانا نہیں بلکہ میں خود اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور صرف اسی کی بندگی کی طرف سب کو بلاتا ہوں۔

﴿۲۰﴾

وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهٖ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ○ (النحل: ٦٦)

ترجمہ: اورتمہارے لئے مویشیوں میں عبرت ہے، ان کے پیٹ میں گوبراورخون کے درمیان میں سے ہم تمہیں صاف اور گلے میں آسانی سے اترنے والا دودھ پینے کو دیتے ہیں۔

تشریح: قرآن کریم میں جا بجا اللہ تعالیٰ کے وجود، یکتائی، بڑائی اور قدرت وصنعت کے دلائل بیان کئے گئے ہیں، اس آیت میں دودھ دینے والے جانوروں اور ان کے تھنوں سے نکلنے والے دودھ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ یہ بھی خالق کی حکمت وقدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، یہی جانور گھاس، چارا کھاتے ہیں جو پیٹ میں پہنچ کر تین چیزوں میں تبدیل ہو جاتا ہے، قدرت نے ان حیوانات کے جسم کے اندرونی حصہ میں ایک ایسی مشین لگائی ہے جو غذا کے کچھ اجزا کو تو تحلیل کر کے فضلہ (گوبر مینگنی) کی شکل میں باہر پھینک دیتی ہے اور کچھ اجزا کو خون بنا کر رگوں اور ریشوں میں پھیلا دیتی ہے جوان جانوروں کی حیات وبقا کا سبب بنتا ہے، ان دو گندی چیزوں کے درمیان اسی مادہ سے ایک تیسری پاکیزہ اور نفیس چیز (دودھ) اس طرح تیار کرتی ہے کہ نہ اس کی سفیدی میں کوئی فرق آتا ہے، نہ مٹھاس میں، نہ مزہ میں، بلکہ وہ نہایت خوشگوار اور پاک وطیب غذا ہے، اس قدرتی مشین کا یہ عمل محض اللہ کی صنعت کا عظیم کرشمہ ہے۔

انسانی غذاؤں میں دودھ سے بہتر کوئی غذا نہیں، قدرت نے ہر انسان بلکہ کئی حیوانوں کی بھی پہلی غذا دودھ ہی بنائی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَاَطْعِمْنَا خَيْرًا مِّنْهُ اور جب دودھ پئے تو یوں کہے اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ اس لئے کہ بیک وقت کھانے اور پینے دونوں کی ضرورت پوری کرنے والی چیز دودھ ہی ہے۔

﴿۲۱﴾

﴿ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○ ﴾ (النحل: ۹۰)

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ عدل، احسان اور اہل قرابت کو دینے کا حکم فرماتا ہے اور بے حیائی اور برائی اور ظلم سے منع فرماتا ہے اور اللہ تمہیں سمجھاتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔

تشریح: اس آیت میں اصولِ دین سے متعلق امور کا نہایت واضح بیان ہے۔ تین باتوں کے کرنے اور تین باتوں سے باز رہنے کا حکم ہے جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ عدل: اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے تمام عقائد، اعمال، معاملات، اخلاق اور جذبات میں اعتدال نمایاں ہو، وہ افراط و تفریط سے بچے، دشمن کے ساتھ بھی معاملہ کرے تو انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔

۲۔ احسان: آدمی بذاتِ خود نیک ہو اور دوسروں کا بھلا چاہے اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کا حق اس طرح ادا کرے کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے یا کم از کم یہ یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔

۳۔ ایتاء ذی القربیٰ: حسبِ استطاعت رشتہ داروں کی حاجت روائی، مالی اعانت اور ہر طرح کا خیال رکھنا مراد ہے جس میں دوہرا اجر و ثواب ہے، ایک صدقے کا اور ایک صلہ رحمی کا۔

۴۔ فحشاء: ہر قسم کی قولی فعلی بے حیائی کو فحشاء کہتے ہیں جو بہت ساری برائیوں اور خرابیوں کی جڑ ہے یہ لفظ زنا اور اس کے تمام اسباب کو بھی شامل ہے جو کہ ناجائز ہیں۔

۵۔ منکر: ہر ایسے برے اور نامعقول کام کو کہا جاتا ہے جسے عقلِ سلیم قبول نہ کرے، آپ ﷺ نے اپنی طاقت کے مطابق منکر کے خاتمے کا حکم فرمایا کہ: برائی دیکھ کر اسے ہاتھ سے روکو، اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے منع کرو، اس کی بھی طاقت نہ ہو تو کم از کم دل سے اسے برا سمجھو، جو کہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

۶۔ بغی: اس لفظ کا اطلاق حدودِ خداوندی سے تجاوز، دوسروں کی جان و مال، عزت و آبرو پر دست درازی اور ظلم و زیادتی پر ہوتا ہے، یہ سب ناجائز ہیں۔

ایک قبیلے کے سردار اکثم بن صیفی رضی اللہ عنہ نے یہ آیت سن کر اعلان کیا کہ ایسا شخص جو کریمانہ اخلاق کا حکم دیتا ہے اور رذائل سے روکتا ہے اسے مانو اور اس کے دین میں داخل ہو جاؤ۔

﴿۲۲﴾

۞ سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِهٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ۝

(الاسراء : ۱)

ترجمہ: پاک ہے وہ (رب) جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے ارد گرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں تا کہ ہم ان کو کچھ عجائبات قدرت دکھلا دیں، بے شک وہ خوب سننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے۔

تشریح: اس آیت میں واقعۂ معراج کے ابتدائی مرحلہ کا بیان ہے جو مکہ مکرمہ میں دس سال شدائد ومصائب پر صبر جمیل کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیش آیا۔ اس واقعہ سے نبی کریم ﷺ کو حق تعالیٰ نے ایسی عزت وکرامت اور رفعت وبلندی عطا فرمائی جس نے ایک طویل عرصے کی مصیبتوں اور تکلیفوں کو راحتوں اور عظمتوں میں تبدیل کر دیا، ایک ہی رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے مسجد حرام (مکہ مکرمہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک اور وہاں سے ساتوں آسمانوں پر لے گیا، خانہ کعبہ روئے زمین پر اللہ کی سب سے پہلی عبادت گاہ ہے اور مسجد اقصی کے ارد گرد بھی کئی روحانی اور مادی برکتیں رکھی گئیں ہیں، وہ زمین انبیاء کرام کا مولد ومسکن ہے اور چشموں، نہروں، درختوں اور میووں سے مالا مال ہے۔

اس سفر میں اللہ کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قدرت کی کئی نشانیاں دکھلائیں، تھوڑی ہی دیر میں براق پر سوار ہو کر حجاز سے شام پہنچے، مسجد اقصیٰ میں انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات ہوئی اور ان کی امامت فرمائی، پھر وہاں سے ساتوں آسمانوں پر تشریف لے گئے اور پھر بیت المعمور، سدرۃ المنتہیٰ بلکہ اس سے بھی اوپر پہنچے۔ واقعۂ معراج کی مزید تفصیل سورۃ النجم میں ہے اور کئی احادیث مبارکہ میں بھی اس واقعہ کا ذکر آیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا بیان ہے کہ چلتے چلتے ایک وقت ایسا آیا کہ ایک نورانی ابر نمودار ہوا جس نے مجھے اپنے اندر سمو لیا، میں تنہا رہ گیا فرشتے جو ساتھ تھے پیچھے رہ گئے، میں مقام قرب میں عرش کے قریب پہنچا، حق تعالیٰ نے مجھ سے کلام کیا اور پچاس نمازیں فرض کیں جو کم ہوتے ہوتے پانچ رہ گئیں۔

﴿۲۳﴾

❁ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَـقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝

(الاسراء: ۲۳)

ترجمہ: اور تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ تم اس کے علاوہ کسی کی عبادت مت کرو اور اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو، اگر تیرے پاس ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اُف تک نہ کہنا اور نہ ان کو ڈانٹنا، اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا۔

تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے، دونوں حکموں میں مناسبت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے وجود کا سبب حقیقی ہے جبکہ والدین اس کے وجود کا ظاہری اور مجازی سبب ہیں، اسی طرح والدین کی شفقت وہمدردی رحمت خداوندی کا ایک نمونہ ہے، والدین کے دل میں ہر وقت یہ جذبہ موجزن رہتا ہے کہ ہر طرح کی بھلائی اولاد کو پہنچائیں اور برائی کو ان سے دور رکھیں۔

والدین کی خدمت بڑھاپے میں قدرے مشکل ہوتی ہے، اس لئے اس آیت میں خوب اہتمام سے حکم دیا گیا ہے کہ اگر ان میں سے ایک یا دونوں تیرے پاس بڑھاپے کو پہنچ جائیں اور ان کی حالت وہ ہو جائے جو بچپن میں تیری تھی، کبھی ان کی کوئی بات یا کام تمہیں ناگوار ہو تب بھی ان کے ادب واحترام کو ملحوظ رکھنا اور ان کے سامنے اُف بھی نہ کرنا، یعنی زبان سے کوئی ایسا لفظ نہ نکالنا جو ان کو ناگوار گذرے اور کسی بات پر ان کو ہرگز نہ جھڑکنا اور ان کے سامنے نرمی اور نہایت ادب سے بات کرنا یہاں تک کہ دل میں بھی ان کی نافرمانی کا خیال نہ آئے۔

اُف نہ کرنے کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ان کے سامنے اپنے غم اور درد کا کسی طرح سے اظہار نہ کرے اس لئے کہ اس سے بھی ان کو تکلیف ہوگی۔

﴿۲۴﴾

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا (الاسراء: ۲۹)

ترجمہ: اپنا ہاتھ اپنی گردن کے ساتھ بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ اس کو بالکل ہی کھول دے ورنہ الزام خوردہ، حسرت زدہ ہو کر بیٹھو گے۔

تشریح: اسلام ہر چیز میں اعتدال سکھاتا ہے، اس آیت میں اسلام نے خرچ میں اعتدال کا حکم دیا ہے، اگرچہ مخاطب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، لیکن بالواسطہ خطاب پوری امت کو ہے اور مقصود اقتصاد کی ایسی تعلیم ہے جو دوسروں کی امداد میں حائل بھی نہ ہو اور خود اپنے لئے بھی مصیبت نہ بنے۔ گردن میں ہاتھ باندھنے سے مراد بخل ہے کہ ہاتھ کو خرچ کرنے سے بالکل روک لیا جائے اور ہاتھ کو بالکل کھول دینے سے مراد وہ خرچ ہے جو اسراف کی حد تک پہنچ جائے، جہاں بخل سے منع فرمایا وہاں ایسے خرچ سے بھی روک دیا جس کے بعد یہ خود فقیر و محتاج ہو جائے اور پریشانی میں پڑ کر خرچ کئے ہوئے پر پچھتائے اور افسوس کرے۔

یہ حکم ان عام مسلمانوں کے لیے ہے جو فقر و فاقہ کی تکلیف برداشت نہ کر سکیں اور خرچ کرنے کے بعد ان کو یہ حسرت ہو کہ کاش ہم خرچ نہ کرتے، چونکہ یہ صورت ان کے پچھلے عمل کو فاسد کر دے گی اس لئے اس سے منع فرمایا گیا ہے، ورنہ جو لوگ اتنے بلند حوصلہ ہوں کہ بعد کی پریشانی سے نہ گھبرائیں اور حقوق والوں کے حقوق بھی ادا کر سکیں تو ان کیلئے یہ پابندی نہیں ہے، چنانچہ کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ منع فرمایا اور نہ ملامت فرمائی۔

آیت میں مَلُومًا کا تعلق پہلی حالت یعنی بخل سے ہے کہ اس پر لوگ ملامت کریں گے اور مَحْسُورًا کا تعلق دوسری حالت سے ہے کہ خرچ کرنے میں اتنی زیادتی کرے کہ خود فقیر و محتاج ہو کر حسرت زدہ ہو، دونوں خصلتوں سے روکا گیا ہے۔

﴿۲۵﴾

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا ﴿﴾ (الاسراء : ۳۷)

ترجمہ: اور زمین پر اکڑ اکڑ کرمت چلو کیونکہ تو نہ زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ (بدن کو تان کر) پہاڑوں کی لمبائی تک پہنچ سکتا ہے۔

تشریح: قرآن وحدیث میں تکبر کی سخت مذمت کی گئی ہے، تکبر کے معنی خود کو بڑا جاننا اور اپنے کو دوسرے پر برتر ظاہر کرنا ہے، مخلوق میں سب سے پہلے شیطان نے تکبر کیا اور کہا کہ میں آدم علیہ السلام سے افضل ہوں اس لئے سجدہ نہیں کروں گا، تکبر کے بارے میں فرعون وقارون کے قصے بھی بہت مشہور ہیں، مغرور شخص ہمیشہ دوسروں کو حقیر سمجھ کر ظلم وزیادتی کرتا ہے، تکبر ایک ایسا کبیرہ گناہ ہے جس کا اصل تعلق انسان کے دل سے ہے البتہ بسا اوقات اسکی گفتگو، چال ڈھال اور چلنے پھرنے وغیرہ سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے۔

اپنے آپ کو دوسروں سے اعلیٰ وافضل سمجھنا اور دوسروں کو اپنے مقابلے میں حقیر اور کمتر سمجھنا تکبر کی علامت ہے، تکبر خواہ کسی بھی طرح سے ہو، انسان کو زیب نہیں دیتا، حقیقی تکبر تو درکنار، اس کی ظاہری صورت سے بھی اجتناب ضروری ہے۔

اس آیت میں متکبروں کی چال چلنے سے ایک مدلل انداز سے روکا گیا ہے، فخر وغرور سے چلنے والا شخص نہ تو زور سے پاؤں مار کر زمین کو پھاڑ سکتا ہے، نہ گردن اکڑانے اور سینہ تاننے سے اونچا ہوکر پہاڑوں کے برابر ہوسکتا ہے، پھر اس طرح سے چلنے کا فائدہ کیا؟ یہ ایک احمقانہ فعل ہے، یہی نصیحت اللہ تعالیٰ کے ایک نیک صالح بندے حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے کو بھی کی تھی۔

انسان کو ہمیشہ اپنی حقیقت سامنے رکھ کر عاجزی وانکساری اختیار کرنی چاہیے، تواضع کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اونچا مقام اور عزت عطا فرماتا ہے جب کہ مغرور کو اکثر ذلت ورسوائی اٹھانی پڑتی ہے، اسی تکبر نے شیطان کو کہاں سے کہاں گرایا۔

تکبر عزازیل را خوار کرد به زندان لعنت گرفتار کرد

﴿۲۶﴾

✿ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ۝ (الكهف: ٤٦)

ترجمہ: مال اور بیٹے دنیاوی زندگی کی رونق ہیں اور باقی رہنے والے اعمالِ صالحہ آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بہتر ہیں اور امید کے اعتبار سے بھی۔

تشریح: قرآن مجید میں جابجا دنیا اور اس کے مال واسباب کی بے ثباتی اور حقارت کو بیان کیا گیا ہے اور انسان کو یہ بات باور کرائی گئی ہے کہ یہ دنیا اور اس کی نعمتیں چندروزہ ہیں، یہاں کا مال وجاہ اور منصب وجاگیر سب عارضی ہیں اور اصل زندگی آخرت والی ہے جہاں کا سکھ، چین اور آرام دائمی ہے۔

اس آیت میں بھی اسی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ مال واولاد دل لبھانے والی چیزیں ہیں، مرنے کے بعد انسان ان سب کو چھوڑ کر چلا جائیگا اور مرنے کے بعد کی زندگی ہمیشہ کی ہے، اس کے بعد پھر موت نہیں، اس مال ودولت سے دنیا کی رونق تو حاصل ہوجاتی ہے لیکن آخرکار یہ سب فنا کے ہاتھوں ختم ہوجاتے ہیں، ہاں اگر کوئی چیز باقی رہنے والی اور ہمیشہ کیلئے کام آنے والی ہے تو وہ اچھے اعمال ہیں، عقلمند وہی ہے جو دنیا میں رہ کر دائمی آسائش اور کامیابی کے حصول کیلئے کوشاں رہے۔

باقیات صالحات سے مراد تمام وہ اعمالِ صالحہ اور صدقاتِ جاریہ ہیں جن کے فوائد وثمرات ہمیشہ باقی رہنے والے ہوں، جیسے کوئی کسی کو دین کا علم سکھائے یا مسجد، مدرسہ، کنواں، راستہ اور مسافرخانہ وغیرہ بنوائے۔ باقیات کے لفظ سے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اُن اعمال کا اعتبار ہوگا جن کی حفاظت روزِ جزا تک کی جائے، یعنی گناہوں سے ان کو برباد نہ کیا جائے جیسا کہ احادیث میں بعض گناہوں کے متعلق آیا ہے کہ وہ نیکیوں کو کھا جاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ باقیات صالحات سے مراد ہے:

سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

﴿۲۷﴾

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ِۨاطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ِۨانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ○ (الحج:۱۱)

ترجمہ : اور لوگوں میں سے بعض وہ ہے جو اللہ کی عبادت کرتا ہے کنارے پر، اگر اس کو کوئی بھلائی پہنچی تو اس کی وجہ سے قرار پالیا اور اگر اس پر کوئی آزمائش آگئی تو منہ اٹھا کر چل دیا، یہ دنیا و آخرت دونوں کو کھو بیٹھا، یہی ہے کھلا نقصان۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ میں مقیم ہو گئے تو بعض ایسے لوگ بھی آکر مسلمان ہو جاتے تھے جن کے دل میں ایمان کی پختگی نہیں ہوتی تھی، اب اگر اسلام لانے کے بعد ان کی اولاد اور مال میں ترقی ہو جاتی تو کہتے تھے کہ یہ دین اچھا ہے اور اگر اس کے خلاف ہوتا تو کہتے تھے کہ یہ دین (نعوذ باللہ) برا ہے، یہ آیت ایسے ہی لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جس میں ان کو اس شخص سے تشبیہ دی گئی ہے جو ڈر اور خوف کا شکار ہو کر کسی جگہ یا مکان کے اندر جائے تب بھی کنارہ پر ہی رہے کہ خدانخواستہ کچھ ہو تو فوراً بھاگ نکلے، ایسے ہی یہ لوگ بھی چونکہ محض دنیا کی خاطر اسلام قبول کرتے ہیں، ان کو ایمان سے کوئی دلی وابستگی نہیں ہوتی، لہٰذا جب تک ان کو اپنے سوچے ہوئے منافع ملتے رہتے ہیں وہ یہی روپ دھارے رہتے ہیں لیکن جیسے ہی انہیں احساس ہوتا ہے کہ اب منافع ہاتھ سے جانے لگے ہیں تو اسلام کے احکام میں ان کو کجی دکھائی دینے لگتی ہے ان کی تعمیل میں وہ سختیاں محسوس کرتے ہیں اور راحت و آرام کے حصول کے لئے دوبارہ اپنا من چاہا طریقہ اختیار کر لیتے ہیں۔ اس طرح کے لوگوں کا انجام یہ بتلایا گیا کہ وہ دنیا و آخرت دونوں کے اعتبار سے گھاٹے میں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اسی ایمان پر دائمی سکون و راحت کے وعدے ہیں جو نفع نقصان کی بنیاد پر نہ ہو بلکہ اسلام کی حقانیت سے متاثر ہو کر دل کی گہرائیوں سے قبول کیا گیا ہو، چاہے منافع حاصل ہوں یا اس دین کی خاطر جان مال وغیرہ سب قربان ہو جائے۔ بہار ہو کہ خزاں لا الٰہ الا اللہ

﴿۲۸﴾

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ○ (النور: ۳۰)

ترجمہ: (اے پیغمبر) ایمان والوں کو کہہ دیجیئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اسی میں ان کے لئے خوب صفائی ستھرائی ہے، بے شک وہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اس کی خبر ہے۔

تشریح: بدنظری عموماً زنا اور بدکاری کی پہلی سیڑھی ہے جو بہت ساری برائیوں کا دروازہ کھول دیتی ہے۔ بدکاری اور بے حیائی کے انسداد کے لئے یہ حکم دیا گیا کہ بدنظری سے بچیں، نگاہیں نیچی رکھیں، اپنی خواہشات کو قابو میں رکھیں اور شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ زمانۂ جاہلیت میں جنسی بے اعتدالیاں بہت کثرت سے تھیں جن کی روک تھام کے لئے اللہ تعالیٰ نے پیغمبر علیہ السلام کے ذریعے ایسے احکام جاری کئے جن پر عمل کرنے سے ان بے اعتدالیوں کا سد باب ہو سکے اور انسان صاف ستھری پاکیزہ زندگی گزار سکے۔

مذکورہ آیت میں جو حکم مرد کو دیا گیا ہے اگلی آیت میں وہی حکم عورت کو بھی دیا گیا ہے، احادیث مبارکہ سے واضح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورت کیلئے بھی نامحرم کی طرف دیکھنا ممنوع ہے۔

حضرت ام سلمہ کا بیان ہے کہ میں اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما دونوں نبی کریم ﷺ کے پاس تھیں کہ اچانک حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ تشریف لائے، آپ علیہ السلام نے ہم دونوں کو پردہ کرنے کا حکم دیا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ نابینا نہیں؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا کیا تم دونوں بھی نابینا ہو، ان کو نہیں دیکھ سکتیں!

الغرض مرد ہو یا عورت، اللہ سب کے اعمال سے بخوبی آگاہ ہے، آنکھ کی چوری، دلوں کے بھید اور نیتوں کا حال جانتا ہے۔ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِى الصُّدُوْرُ

﴿۲۹﴾

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ○ (النور: ٤١)

ترجمہ : کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں وہ سب جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں اور پرندے جو پر پھیلائے ہوئے ہیں، سب کو اپنی اپنی دعا اور تسبیح معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ یہ کرتے ہیں۔

تشریح: یعنی حق تعالیٰ نے کائنات کی ہر چیز کو پیدا فرما کر اسے ہدایت دی کہ وہ ہر وقت اس کی اطاعت میں لگی رہے اَعْطٰى كُلَّ شَىْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى

مذکورہ آیت میں بھی یہی مضمون ہے کہ زمین وآسمان اور ان کے درمیان ہر مخلوق اللہ کی حمد وثنا اور پاکی بیان کرنے میں مشغول ہے، بعض علماء نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ہر چیز زمین وآسمان، آفتاب ومہتاب، تمام ستارے وسیارے اور عناصر اربعہ (آگ، پانی، ہوا، مٹی) سب کو اپنے اپنے کام کیلئے پیدا فرمایا اور جس کو جو کام سونپا ہے وہ اس میں لگا ہوا ہے اور قطعاً خالق ومالک کی نافرمانی نہیں کرتا، اسی اطاعت وانقیاد کو تسبیح سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اس آیت کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ہر چیز میں اتنا شعور رکھا ہو جس سے وہ اپنے خالق ومالک کو پہچانے اور اسے ایک خاص قسم کی گویائی عطا فرمائی ہو جس سے وہ اللہ کی پاکی بیان کرے۔ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ میں اسی بات کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور نماز میں ساری مخلوق لگی ہوئی ہے لیکن ہر ایک کی نماز اور تسبیح کا طریقہ مختلف ہے، فرشتے، انسان، جمادات، حیوانات، نباتات سب اپنے اپنے طریقے سے اللہ کی عبادت واطاعت میں مصروف ہیں، اللہ نے ان سب کو اپنی عبادت کے علاوہ ان کی ضروریات زندگی کے متعلق بھی ایسی ہدایات دی ہیں کہ بڑے بڑے عقلاء اور دانشور بھی حیران رہ جاتے ہیں، اپنے رہنے بسنے کیلئے کیسے کیسے گھونسلے اور بل بناتے ہیں اور اپنی غذا حاصل کرنے کیلئے کیسی کیسی تدبیریں اختیار کرتے ہیں، یہ سب اللہ کی قدرت کی واضح نشانیاں ہیں۔ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى الْاَبْصَارِ .

﴿۳۰﴾

إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○

(النور: ۵۱)

ترجمہ : مسلمانوں کا جواب جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تو یہ ہے کہ وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا اور ایسے ہی لوگ فلاح پائیں گے۔

تشریح: بِشر نامی ایک منافق اور ایک یہودی کے درمیان زمین سے متعلق جھگڑا تھا یہودی نے اس منافق سے کہا کہ چلو تمہارے ہی رسول سے فیصلہ کرالیں گے مگر یہ منافق چونکہ حق پر نہ تھا اور وہ جانتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حق کے موافق فیصلہ فرمائیں گے اور میں مقدمہ ہار جاؤں گا اس لئے اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے سے انکار کیا اور کعب بن اشرف یہودی کے پاس مقدمہ لیجانے پر اصرار کیا تاکہ رشوت یا اور کوئی ذریعہ استعمال کر کے مقدمے کا فیصلہ اپنے حق میں کروائے۔

اس واقعہ سے متعلق سورۂ نور کی چند آیتیں نازل ہوئیں ان میں سے ایک یہ مذکورہ آیت بھی ہے، جس میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ ایک مسلمان کی شان یہی ہے کہ جب اس کو زندگی کے کسی شعبے میں اللہ اور رسول کا حکم سنایا جائے تو وہ اس بات کا پابند ہے کہ وہ سنتے ہی خوشی خوشی اسے قبول کرلے اور ایمان کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ انسان ہر حال میں شرعی حکم کو مقدم رکھے اور بلا چون و چرا اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرے۔

احکامِ شریعت میں سے چند اُن امور کو لینا جن میں اپنا ظاہری فائدہ محسوس ہو اور باقی کو چھوڑنا نفاق کی کھلی علامت ہے اور قرآن میں متعدد مقامات پر اس کی بھرپور مذمت کی گئی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام سراپا رحمت ہے، اس کا ہر ہر حکم انسان کے فائدے کیلئے ہے اگرچہ عقل بعض اوقات سمجھنے سے قاصر رہتی ہے۔

﴿۳۱﴾

❁ اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ؕ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ ؕ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ○
(عنکبوت: ٤٥)

ترجمہ: (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) جو کتاب آپ پر وحی کی گئی ہے آپ اس کو پڑھا کیجئے اور نماز کی پابندی رکھئے، بیشک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے اور اللہ تعالیٰ کو خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

تشریح: مذکورہ آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مختصر مگر جامع نسخہ بتلایا گیا ہے جس پر عمل کرنے سے پورے دین پر عمل کرنے کے راستے کھل جاتے ہیں اور اس کی راہ میں پیش آنے والی رکاوٹیں دور ہوجاتی ہیں، یہ نسخہ دو چیزوں پر مشتمل ہے: تلاوتِ قرآن اور اقامتِ صلوٰۃ۔

اصل مقصود تو امت کو ان دونوں چیزوں کا پابند کرنا ہے لیکن ترغیب وتاکید کیلئے ان کا حکم اولاً خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا کہ ان کی عملی تعلیم سے لوگوں کیلئے عمل کرنا آسان ہوجائے۔

تلاوت قرآن کریم ایک مستقل عبادت ہے جس پر بڑا اجر ملتا ہے البتہ اس پر عمل کرنے کے لیے اسے سمجھ کر پڑھنا بے حد ضروری ہے جو کہ اس کتاب ہدایت کی اصل روح ہے۔

اس کے بعد اقامت صلوٰۃ کا ذکر ہے جو ایک بڑی اہم عبادت اور دین کا ستون ہے، اس عبادت کی ایک خاص تاثیر یہ بتلائی گئی ہے کہ یہ برائی اور بے حیائی سے بچاتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ سنت کے مطابق مکمل خشوع وخضوع کے ساتھ نماز کی پابندی کرنے والے کو اللہ کی جانب سے خود بخود اعمالِ صالحہ کی توفیق ملتی ہے اور ہر طرح کے گناہوں سے بچنے کی بھی، جسکی نماز میں یہ تاثیر نہ ہو تو غور کرنے سے ثابت ہوجائے گا کہ اس کی نماز میں کوئی نہ کوئی خلل تھا اور اقامت صلوٰۃ کا حق اس نے ادا نہیں کیا۔

کئی احادیث سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ نماز شروع سے لیکر آخر تک اللہ کی یاد پر مشتمل عبادت ہے اور اللہ کی یاد سب سے بڑی چیز ہے، اللہ کو کوئی یاد کرے یا اس کی یاد سے غافل رہے، سب پر اللہ کی نظر ہے اور اس کے ہاں اعمال کے مطابق جزا وسزا مقرر ہے۔

﴿۳۲﴾

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡتَرِىۡ لَهۡوَ الۡحَدِيۡثِ لِيُضِلَّ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ

(لقمان : ٦)

ترجمہ: اور لوگوں میں سے بعض وہ ہے جو غافل کرنے والی باتوں کا خریدار بنتا ہے تاکہ اللہ کی راہ سے بے سمجھے بوجھے گمراہ کرے اور اسکی ہنسی اڑائے، ایسے لوگوں کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس، حسن بصری اور بعض دیگر صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ اس آیت میں لھو الحدیث سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جو آدمی کو یادالٰہی سے غافل کردیتی ہیں مثلاً جھوٹے افسانے اور خصوصاً ناچ گانہ وغیرہ۔

نضر بن حارث جو نبی کریم ﷺ کا بدترین دشمن تھا فارس جاکر لڑائیوں اور پہلوانوں کے قصے خرید کر لاتا اور مکہ مکرمہ میں لوگوں کو جمع کرکے سناتا اور ساتھ یہ کہتا کہ پیغمبر تمہیں عاد وثمود کے قصے سناتے ہیں، میں تمہیں رستم واسفندیار کے قصے سناتا ہوں، لوگ بڑی رغبت اور دلچسپی سے یہ قصے سنتے تھے، ایک دفعہ گانے والی ایک لونڈی خرید کر لایا اور جس شخص کو بھی اسلام کی طرف مائل ہوتے ہوئے دیکھتا تو اسے اپنے گھر لے جاکر کھانا کھلاتا اور گانا سنواتا تھا اور اس سے پوچھتا بتاؤ مزہ اور دل لگی گانے میں ہے یا قرآن میں! -نعوذ باللہ- اس کا مقصد صرف یہی تھا کہ لوگ قصے کہانیوں اور گانے بجانے میں لگ کر قرآنی ہدایات اور تعلیمات سے دل برداشتہ ہوں، یہ آیت اسی شخص کے بارے میں نازل ہوئی۔

شریعت نے ہر اس چیز کو ناجائز قرار دیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے غافل کردے، خواہ وہ گانا بجانا ہو یا ڈرامے قصے اور دیگر خرافات ہوں۔ یہ دشمنانِ اسلام کی وہ ٹھنڈی تلوار ہے جس کو انھوں نے ہمیشہ اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لئے استعمال کیا ہے، آج کل ٹی وی، وی سی آر، ڈش اور کیبل وغیرہ کے ذریعے فلمیں، فحش ڈرامے، ناچ گانے اور چوری، ڈکیتی اور قتل وغارت گری کے پروگرام دکھا کر یہ مقصد حاصل کیا جارہا ہے۔

﴿۳۳﴾

❁ إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (الاحزاب:۵۶)

ترجمہ: بیشک اللہ اور اس کے فرشتے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحمت بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

تشریح: اس آیت کا اصل مقصود مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ وسلام بھیجنے کا حکم دینا ہے مگر اس حکم سے قبل حق تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف وعظمت اور ان پر درود وسلام کی اہمیت کو اس طرح واضح فرمایا کہ یہ ایک ایسا کام ہے جسے خود اللہ اور اس کے فرشتے بھی کرتے ہیں، لفظ صلوٰۃ عربی زبان میں رحمت، دعا اور مدح وثنا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

آیت مذکورہ میں صلوۃ کی نسبت جو اللہ کی طرف ہے، اس سے مراد رحمت نازل کرنا ہے اور فرشتوں کی طرف سے صلوۃ ان کا آپ کیلئے دعا کرنا ہے اور عام مومنین کی طرف سے صلوۃ کا مفہوم دعا اور مدح وثنا کا مجموعہ ہے اور تسلیم سے مراد یہاں آپ ﷺ پر سلام بھیجنا ہے، حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کے بعد ہم نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ ہمیں دو چیزوں (صلوۃ وسلام) کا حکم دیا جارہا ہے، سلام کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو چکا ہے، (اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ پڑھتے ہیں) صلاۃ کا طریقہ کیا ہے؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درودِ ابراھیمی پڑھنے کی تلقین فرمائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود پڑھنے والا قیامت کے دن آپ کے زیادہ قریب ہوگا، آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجنے والے پر اللہ اپنی دس رحمتیں بھیجتا ہے، جمعہ کے دن خصوصیت سے درود پڑھنے کا اہتمام کیا جائے، دعا کے اول وآخر میں درود پڑھنے سے دعا کی مقبولیت بڑھ جاتی ہے، کسی بھی مجلس میں آپ کا تذکرہ آئے تو درود پڑھا جائے، اگر صرف صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ پر اکتفا کیا جائے تب بھی درست ہے، ایسے موقع پر درود نہ پڑھنے والے کو بخیل قرار دیا گیا ہے اور اسے بددعا دی گئی ہے، درود کے الفاظ زبان سے صحیح طرح ادا ہوں اسی طرح لکھنے میں بھی پورے الفاظ لکھے جائیں صرف ؐ اور صلعم لکھنا درست نہیں، اس سے احتراز ضروری ہے۔

﴿۳۴﴾

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (سبا: ۲۸)

ترجمہ: اور ہم نے تو آپ کو تمام لوگوں کے واسطے پیغمبر بنا کر بھیجا، خوشخبری سنانے اور ڈرانے والا لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔

تشریح: اس آیت میں موجودہ اور آنے والی تمام اقوامِ عالم کے لئے ہمارے نبی ﷺ کی بعثت کا عام ہونا بیان کیا گیا ہے، عموم وشمول کے لیے عربی زبان میں کافۃ کالفظ استعمال ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل جتنے انبیائے کرام تشریف لائے ان کی نبوت کسی خاص قوم اور خاص خطہ کیلئے تھی یہ خصوصی فضیلت اور امتیازی شان آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے کہ آپ کی نبوت سارے عالم کیلئے عام ہے، صرف انسان ہی نہیں جنات کیلئے بھی آپ نبی ہیں، اسی طرح آپ صرف اپنے زمانے میں موجود لوگوں کیلئے نہیں بلکہ قیامت تک آنے والی نسلوں کیلئے مبعوث ہوئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند ایسی چیزوں کی نشاندہی فرمائی ہے کہ آپ کے علاوہ وہ کسی اور نبی کو نہیں ملیں، ان میں سے ایک بات آپ نے یہ فرمائی کہ مجھ سے پہلے ہر نبی اپنی مخصوص قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا، مجھے تمام اقوامِ عالم کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا قیامت تک باقی اور مسلسل رہنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا، آپ ﷺ کی تشریف آوری سے نبیوں کے سلسلے پر مہر لگ گئی، حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی آخری زمانے میں آپ ﷺ کے ایک امتی کی حیثیت سے آئیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ تاقیامت خود لیا ہے، اب کسی اور نبی اور کتاب کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی جامعیت کا اعلان آپ کی زبانی کیا گیا:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا

﴿۳۵﴾

فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۡ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ ؕ بَلْ هِیَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝

(الزمر: ۴۹)

ترجمہ: اور جس وقت انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارتا ہے پھر جب ہم اس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرمادیتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ تو مجھ کو (میری) تدبیر سے ملی ہے، بلکہ وہ ایک آزمائش ہے لیکن اکثر لوگ سمجھتے نہیں۔

تشریح: انسان کی ایک فطری اور طبعی عادت ہے کہ جب وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہوجاتا ہے تو اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے ضروری تگ ودو شروع کردیتا ہے، اپنی کوشش کے بعد جب ہر قسم کے ظاہری اسباب ختم ہوجاتے ہیں، مایوسی اپنی انتہاء کو پہنچ جاتی ہے اور کسی طرح بھی کام بنتا دکھائی نہیں دیتا تو اب اللہ کی طرف نہایت عاجزی کے ساتھ متوجہ ہوجاتا ہے، لیٹے، بیٹھے، کھڑے ہر حالت میں اسی کو پکارتا ہے، جب اللہ اپنی رحمت سے اس کی مصیبت کو دور فرما کر اسے نعمتوں سے نوازتا ہے اور پریشانیوں سے نجات دیتا ہے تو وہ اپنی مصیبت اور اس پر گریہ وزاری بھول جاتا ہے، اللہ کی یاد سے ایسا آزاد اور بے فکر ہوجاتا ہے کہ گویا کبھی اسے پکارا ہی نہ تھا اور اس سے کوئی حاجت مانگی ہی نہ تھی۔ صرف یہ نہیں بلکہ یہ کہنا شروع کردیتا ہے کہ میرا سب کچھ میری تدبیر، میرے علم وہنر اور میری جہد وکاوش کا ثمرہ ہے اور اس نعمت کی نسبت بجائے اللہ کے اپنی محنت اور منصوبہ بندی کی طرف کرنے لگتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے اس خیال کی تردید فرمائی کہ اس کا یہ نظریہ سراسر غلط فہمی پر مبنی ہے، اس کے پاس جو کچھ ہے وہ محض اللہ کی نعمت ہے اسی کا دیا ہوا ہے وَمَا بِكُمْ مِنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللهِ اسی کے ذریعے اسے آزمایا جارہا ہے، اسی قسم کی غلط فہمی قارون کو بھی ہوئی تھی جو اپنے مال ودولت اور جاہ ومنصب کو اپنی اہلیت وقابلیت کا نتیجہ سمجھتا تھا، اس کا دعویٰ تھا اِنَّمَا اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ مگر جب وہ اللہ کی گرفت میں آیا تو نہ اس کی کمائی اس کے کام آئی اور نہ اس کے دعوے نے اس کو کوئی فائدہ پہنچایا، نعمت ورزق کو اپنی تدبیر وکاوش کی طرف منسوب کرنا کھلی حماقت ہے، اس کا گھٹنا بڑھنا محض اللہ کی طرف سے ایک امتحان ہے، وہ کبھی دے کر تو کبھی چھین کر آزماتا ہے۔

﴿۳۶﴾

۞ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ (الزمر:۵۳)

ترجمہ: (اے پیغمبر!) کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے اوپر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو، بیشک اللہ بخشتا ہے سب گناہ، بیشک وہی معاف کرنے والا اور مہربان ہے۔

تشریح: آنحضرت ﷺ کی خدمت میں کچھ ایسے لوگ آئے جو اسلام میں رغبت رکھتے تھے اور اس بات کے معترف تھے کہ اسلام بہت خوبیوں والا مذہب ہے لیکن وہ اپنے پچھلے جرائم کی بناء پر مایوسی کے شکار تھے کہ اتنے گناہوں کے بعد توبہ کیسے قبول ہوسکتی ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں پروردگارِ عالم نے دنیا کے تمام گناہگاروں، نافرمانوں حتیٰ کہ کافروں اور مشرکوں کو بھی یہ آس دلائی ہے کہ موت سے پہلے پہلے اگر وہ نافرمانی وبغاوت سے تائب ہوکر سچے دل سے اللہ کی طرف رجوع کریں گے تو ان کو اللہ کی بارگاہ سے دھتکارا نہیں جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص اللہ کی رحمت سے مایوس ہو تو درحقیقت ایسا شخص کتاب اللہ پر یقین نہیں رکھتا کیونکہ گناہوں سے بیزاری کے بعد ندامت وشرمساری سے اللہ کی بارگاہ میں معافی کا طلب کرنا اور آئندہ کے لیے فرمانبرداری کا عزم کرنا رحمت خداوندی کو متوجہ کرتا ہے، چنانچہ ایسے شخص کیلئے بخشش کے ساتھ عنایت کے دروازے بھی کھول دیئے جاتے ہیں۔

الغرض پچھلی زندگی میں کیئے ہوئے جرائم کی بناپر قبولِ حق سے رکنا قرآنی تعلیمات کے منافی ہے، لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ انسان رحمت خداوندی کی امید پر معصیت اور نافرمانی میں اپنی زندگی گزارے۔

اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ

﴿۳۷﴾

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ○ (الاحقاف:۲۹)

ترجمہ: اور(اے پیغمبر)اس واقعے کو بیان کیجئے کہ جب ہم نے جنات کی ایک جماعت کوآپ کی طرف متوجہ کیا اور وہ قرآن سننے لگے جب وہ قرآن کی تلاوت کے پاس آپہنچے تو آپس میں کہنے لگے خاموش ہوجاؤ اور پھر جب قرآن کی تلاوت ہوچکی تو وہ جنات اپنی قوم کوآگاہ کرنے کی غرض سے ان کے پاس واپس آگئے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق جنات بھی ہے،ان کی پیدائش آگ سے ہوئی، انسان کی طرح یہ بھی آسمانی شریعت کے مکلّف ہیں،ان میں بھی کافر ومسلم اور نیک وبد ہوتے ہیں۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت سے قبل جنات آسمانی خبروں کومعلوم کرنے کے لئے اوپر آسمان کی طرف جاتے تھے ،جب آپ ﷺ پر وحی کا نزول شروع ہوا تو جنات کا یہ سلسلہ بند ہوگیا جس سے ان کو یہ خیال ہوا کہ ضرور دنیا میں کوئی نیا اور انوکھا واقعہ رونما ہوا ہے جس کی وجہ سے آسمان پر سخت پہرے بٹھلائے گئے ہیں اور جنات پر شِہَاب ثَاقِب یعنی آگ کے شعلوں کی مار پڑنے لگی ہے،اس کی جستجو میں جنات کے کئی گروہ مشرق ومغرب میں پھیل گئے ،ان میں سے ایک جماعت طائف و مکہ کے درمیان بَطْنِ نَخْلَہ نامی مقام سے گزر رہی تھی کہ اسی وقت اتفاق سے حضور ﷺ نماز فجر میں مشغول تھےاور بلند آواز سے تلاوت فرمارہے تھے،جنات متوجہ ہوئے اور قرآن انہیں بہت عجیب اور دلکش معلوم ہوا،کافی متاثر ہوئے اور کتاب اللہ کی عظمت ان کے دلوں میں رچ بس گئی ،وہ آپس میں کہنے لگے کہ خاموشی کے ساتھ کلام پاک سنواور وہ سمجھ گئے کہ یہ وہ نئی چیز ہے جس نے جنات کوآسمانی خبروں سے روک دیا ہے، جنات کا یہ گروہ اپنے دل میں ایمان ویقین لے کر واپس آیا اور اپنی قوم کواس واقعہ کی خبر دی ،چند نصیحتیں کیں اور ڈرسنایا جس کا تفصیلی ذکر سورۂ جن میں ہے۔

﴿۳۸﴾

✿ اِنَّ اللّٰهَ یُدۡخِلُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ؕ وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یَتَمَتَّعُوۡنَ وَیَاۡکُلُوۡنَ کَمَا تَاۡکُلُ الۡاَنۡعَامُ وَالنَّارُ مَثۡوًی لَّهُمۡ ۝ (محمد: ۱۲)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور جو لوگ کافر ہیں وہ عیش کر رہے ہیں اور اس طرح کھاتے ہیں جس طرح چوپائے کھاتے ہیں اور جہنم ان لوگوں کا ٹھکانہ ہے۔

تشریح: اس آیت میں دو قسم کے لوگوں کا انجام بیان فرمایا ہے، ایک وہ جو اہل ایمان ہیں، اعمال صالحہ اختیار کرتے ہیں اور یہ یقین رکھتے ہیں کہ ہمارا جینا آخرت کے لئے ہے، دنیا ہمارا مقصود نہیں بلکہ یہ تو ایک سرائے ہے، جہاں کوئی بھی ہمیشہ نہیں رہتا، ایسے لوگوں کی منزل جنت ہے، جہاں دائمی راحت وسکون موجود ہے، سو اگر دنیا میں وہ عیش وآرام کی زندگی سے محروم بھی رہیں، تب بھی انہیں کوئی غم نہیں کیونکہ ان کی زندگی کا مقصد ان اسباب کا حصول نہیں، آخرت میں بھی ان لوگوں پر کوئی رنج وملال طاری نہیں ہوگا کیونکہ دنیا میں صبر کے بدلے انہیں آخرت کی وہ بے بہا نعمتیں ملنے والی ہیں جو ہمیشہ انہی کی رہیں گی، دوسرے وہ جو کافر ہیں، جن کا مطمح نظر صرف دنیا ہے، وہ اپنے عیش میں مست ہیں، آخرت کے بارے میں کچھ سننا نہیں چاہتے، ان کی صبح وشام اس فکر میں گزرتی ہے کہ خوب سے خوب اسبابِ راحت جمع کرلیں، اس بات کی پروا نہیں کرتے کہ جن ذرائع سے یہ اسباب ملے ہیں وہ حلال ہیں یا حرام، آخرت کے لئے مفید ہیں یا مضر! اور نہ وہ اس بات کی سوچ وفکر کرتے ہیں کہ یہ نعمتیں کون دے رہا ہے! جس نے یہ نعمتیں ہمیں دی ہیں اس کا ہم پر کیا حق ہے! ان نعمتوں کا تقاضا کیا ہے! ایسے لوگوں کی مثال چوپایوں کی سی ہے، جن کا مقصد صرف پیٹ بھرنا ہوتا ہے، اس کے علاوہ ان کی زندگی کا کوئی مقصد نہیں ایسے لوگ اگر چند روزہ فانی زندگی کے مزے لوٹ بھی لیں تب بھی وہ خسارہ میں ہی ہیں کیونکہ ہمیشہ ہمیشہ کی دہکتی آگ ان کا مقدر ہے۔

﴿۳۹﴾

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ○ (الحجرات: ۱۳)

ترجمہ : اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو مختلف قومیں اور خاندان بنایا تا کہ آپس کی پہچان ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب میں بڑا عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو اللہ خوب جاننے والا خبر دار ہے۔

تشریح: سابقہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے غیبت، بدگمانی، عیب جوئی اور ایک دوسرے کا مذاق اڑانے سے منع فرمایا، چونکہ ان باتوں کا سبب اکثر بڑائی اور تکبر ہوتا ہے کہ انسان اپنے آپ کو بڑا اور دوسرے کو حقیر سمجھتا ہے، اس کے خیال میں عزت وحقارت کا دارومدار خاندان اور حسب ونسب پر ہوتا ہے۔

اس آیت میں واضح کیا گیا کہ معزز اور حقیر ہونا ذات پات اور خاندان سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ جو شخص جس قدر نیک خصلت اور پرہیز گار ہو، اسی قدر اللہ تعالیٰ کے ہاں معزز ہے، خاندانی نسب کی حقیقت تو یہ ہے کہ سارے انسان ایک مرد اور ایک عورت یعنی آدم وحوا علیہما السلام کی اولاد ہیں، ذاتیں اور خاندان اللہ تعالیٰ نے محض تعارف اور شناخت کے لئے مقرر کئے ہیں، اسے فضیلت اور کمال کا معیار نہیں بنایا بلکہ تقوی اور پاکیزگی ہی سے انسان کمال کو پہنچتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بلند رتبہ حاصل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ سب کے اعمال جانتا ہے اور اسی کے مطابق بدلہ دے گا۔

فتح مکہ کے موقعے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم طواف فرما کر فارغ ہوئے تو اونٹنی پر بیٹھے بیٹھے لوگوں سے مخاطب ہوئے کہ: اللہ نے تم سے جاہلیت والی برائی یعنی آباء واجداد پر فخر ختم کر دیا، اب لوگ دو طرح کے ہیں، ایک وہ جو نیک پرہیز گار ہوں، وہ اللہ کے ہاں معزز ہیں اور دوسرے وہ جو فاجر بدبخت ہوں، وہ اللہ کے ہاں حقیر ہیں۔

﴿٤٠﴾

۞ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ۘؕ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ ۝ (الملك : ١٩)

ترجمہ: کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر پرندوں کی طرف نظر نہیں کی کہ پر پھیلائے ہوئے ہیں اور پر سمیٹ لیتے ہیں اور رحمٰن کے سوا ان کو کوئی تھامے ہوئے نہیں ہے بیشک وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔

تشریح: یہ سورۂ ملک کی آیت ہے، ملک سے مراد زمین وآسمان اور دنیا وآخرت کی حکومت ہے، اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ کے وجود، اختیار، سب سے بالا وبرتر ہونے اور قدرت کاملہ کا بیان ہے، بعد والی آیتوں میں اس دعوے کے دلائل ہیں جو اللہ کی مخلوقات میں غور وفکر کرنے سے واضح ہوتے ہیں، تمام کائنات کی مختلف انواع واصناف سے اللہ تعالیٰ کے وجود، توحید اور علم وقدرت کے کمال پر استدلال کیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا آیت میں پرندوں کا ذکر ہے جو فضا میں اڑتے پھرتے ہیں، انسان کو غور وفکر کی دعوت دی جارہی ہے کہ وہ اپنے سروں کے اوپر فضا میں پرندوں کو دیکھے جو کبھی پر پھیلائے ہوئے اڑتے پھرتے ہیں اور کبھی اسی حالت میں پر سمیٹ لیتے ہیں اور باوجود ثقیل و وزنی ہونے کے دونوں حالتوں میں زمین وآسمان کی درمیانی فضا میں پھرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور زمین پر گرتے نہیں حالانکہ عام قاعدے کی رو سے وزنی چیز جب اوپر کی طرف چھوڑی جائے تو اسے گرنا چاہئے، ہوا ان وزنی جسموں کو عام طور پر نہیں روک پاتی، مگر اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے ان پرندوں کو ایسی وضع پر بنایا کہ وہ ہوا پر ٹھہر سکیں اور انہیں اس کے اوپر تیرنے کا سلیقہ سکھایا ہے، وہ اپنے پروں کو پھیلا کر اور سمیٹ کر ہوا کے دوش پر پرواز کرتے ہیں، اللہ کے علاوہ کون ہے جو یہ صلاحیتیں عطا کرے! بیشک ہر چیز اللہ کی نگاہ میں ہے، جب چاہے، جس طرح چاہے، اس میں تصرف کرے۔

صَدَقَ اللهُ العَظِيم

حصہ دوم

بیس مضامین چالیس احادیث

وإنك لعلى خلق عظيم

حدیث

قرآن کریم دین فطرت کی آخری اور مکمل کتاب ہے جو آنحضرت ﷺ پر نازل کی گئی اور آپ ﷺ کو اس کا مبلّغ اور معلّم بنا کر دنیا میں مبعوث کیا گیا، آپ ﷺ نے اس کتاب کو اول تا آخر لوگوں کو سنایا، یاد کرایا، بہترین طریقہ سے سمجھایا اور اس کے جملہ احکامات اور تعلیمات کا ایک عملی نمونہ پیش فرمایا۔

حضور ﷺ کی حیات طیبہ حقیقت میں قرآن مجید کی قولی وعملی تفسیر اور تشریح ہے، آپ ﷺ کے اقوال واعمال اور احوال کا نام حدیث وسنت ہے۔

احادیث سے ثابت شدہ احکام قرآن کریم ہی کی تفسیر وتشریح ہیں اور ان پر بھی عمل کرنا ضروری ہے، اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی بابرکت ذات کو امت کیلئے اُسوۂ حسنہ قرار دیا ہے اور آپ ﷺ کی اتباع کو لازمی قرار دیا ہے۔

ہمیں زندگی کے ہر شعبہ میں یہ جاننے کی کوشش کرنی چاہئے کہ آپ ﷺ کی تعلیمات کیا ہیں؟ اور ان پر عمل کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

اسی مقصد کے پیش نظر اس حصہ میں حدیث کی مستند کتاب مشکوٰۃ شریف سے چالیس منتخب احادیث کو ذکر کیا گیا ہے تاکہ ابتدا ہی سے بچوں میں احادیث مبارکہ کو سمجھنے، یاد کرنے اور ان پر عمل کرنے کا شوق پیدا ہو جائے اور وہ آپ ﷺ کی اس دعا کے مستحق بن جائیں۔

نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيْثًا فَحَفِظَهُ حَتّٰى يُبَلِّغَهُ غَيْرَهُ

اللہ تر وتازہ رکھے اس شخص کو جس نے ہم سے کوئی بات سنی اور اسے یاد رکھا تاکہ اسے دوسروں تک پہنچائے

ایمان

عربی لغت میں ایمان کے معنی ہیں: مان لینا، یقین کرنا، تصدیق کرنا اور شریعت کی اصطلاح میں ایمان کا مطلب یہ ہے کہ انسان اس حقیقت کو تسلیم کرے کہ اللہ ایک ہے، اس کے علاوہ کوئی معبود برحق اور پروردگار نہیں، اس کے تمام ذاتی وصفاتی کمالات حق ہیں، وہ ہر جگہ موجود ہے، ہر ایک کو ہر وقت دیکھ رہا ہے اور ہر ایک کی ہر بات سن رہا ہے، دلوں کی پوشیدہ باتوں کو بھی جانتا ہے، دنیا میں ہر کام اسی کی اجازت سے انجام پاتا ہے، اسی نے فرشتے پیدا کیے جن کی تعداد کا کوئی حساب نہیں اور وہ فرشتے ہر وقت اس کے حکم کے تابع رہتے ہیں اور کبھی نافرمانی نہیں کرتے، ہر وقت اس کی حمد وثنا اور تسبیح میں مشغول رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جس کو فائدہ پہنچانا چاہے اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا، اور وہ جسے نقصان پہنچانا چاہے اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا، وہی دعاؤں کا قبول کرنے والا ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے، ہر اچھی بری تقدیر اسی کے دست قدرت میں ہے، اس نے انس وجن کو اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا، اور ان کی ہدایت کیلئے انبیاء علیہم السلام اور کتابیں بھیجیں۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور آخری رسول ہیں، قرآن وسنت کی صورت میں اللہ کا آخری دین اور شریعت لیکر دنیا میں آئے جس کی حقانیت میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

ایمان کے بارے میں یہ اہم حقیقت بھی ذہن نشین ہو کہ ایمان محض جاننے اور معرفت کا نام نہیں بلکہ تصدیق اور ماننے کا نام ہے، ایمان کی تکمیل کیلئے اعمال بھی لازمی ہیں کیونکہ تصدیقِ قلبی اور زبانی اقرار کی صداقت کا ثبوت اعمال ہی سے ہوتا ہے اور ظاہری زندگی میں ان ہی اعمال کی بنا پر کسی شخص کے مومن ومسلمان ہونے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ لہٰذا جو شخص ایمان واسلام کے دعویٰ کے باوجود ایسے اعمال کرتا ہے جو اسلام کے منافی اور کفر کی علامات ہیں تو اس کا یہ دعویٰ غیر معتبر ہوگا۔

حدیث:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ شُعْبَةً فَاَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَ اَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ وَالْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ

(مشکوۃ ص ۱۲)

ترجمہ: ...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایمان کی ستر سے کچھ اوپر شاخیں ہیں، ان میں سب سے اعلیٰ درجہ کی شاخ (زبان ودل سے) اس بات کا اقرار ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور سب سے کم درجہ کی شاخ کسی تکلیف دِہ چیز کو راستہ سے ہٹا دینا ہے، نیز شرم وحیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

تشریح: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کو درخت کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جس طرح درخت کی رونق شاخوں اور پتوں سے ہوتی ہے اسی طرح ایمان کی رونق اور حسن وزینت اعمال کے ذریعہ ہوتی ہے، اس حدیث میں یہ تنبیہ بھی مقصود ہے کہ مسلمان ہونے کیلئے حقوق اللہ کی رعایت کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی رعایت بھی ضروری ہے چنانچہ حقوق اللہ میں سے سب سے اعلیٰ اور حقوق العباد میں سب سے ادنیٰ کو لیا جو باقی تمام حقوق اللہ اور حقوق العباد کو بھی شامل ہے۔ حیا چونکہ ایمان کا ایک اہم شعبہ ہے جس کو اختیار کرنے سے انسان بہت سے گناہوں سے محفوظ رہتا ہے، اس لئے آپ ﷺ نے اس کو مستقل طور پر ذکر فرمایا۔

☆☆☆☆☆☆☆

مشق

❁ مندرجہ ذیل حدیث کو زبانی یاد کریں اور اس کا ترجمہ وتشریح اپنی کاپیوں میں تحریر کریں۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ثِنْتَانِ مُوْجِبَتَانِ، قَالَ رَجُلٌ: یَا رَسُوْلَ اللهِ مَا الْمُوْجِبَتَانِ؟ قَالَ مَنْ مَّاتَ یُشْرِكُ بِاللهِ شَیْئًا دَخَلَ النَّارَ وَمَنْ مَّاتَ لَا یُشْرِكُ بِاللهِ شَیْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ.

(مشکوۃ ص ۱۵)

علم

علم وہ روشنی ہے جس کے ذریعے انسان اچھے برے کا فرق معلوم کرتا ہے، علم کی وہی اہمیت ہے جو اندھیرے میں روشنی کی ہے، یہ وہ عظیم وصف ہے جو انسان کو عزت وعظمت بخشتا ہے، اس کے اخلاق وعادات میں نکھار پیدا کرتا ہے اور اسے انسانیت کی انتہائی بلند چوٹیوں پر پہنچاتا ہے، یہ انسان کو اللہ کی معرفت کے نور سے منور کر کے اسے صحیح اور سیدھی راہ دکھاتا ہے۔

دینِ اسلام علم کو انسان کیلئے ضروری قرار دیتا ہے اور اس کے حصول کو دنیا وآخرت کی ترقی اور کامیابی کا ضامن بتلاتا ہے، یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ اسلام ہر اس علم کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے جو انسان کو اللہ ورسول کی اطاعت والی راہ پر لگا دے اور ہر ایسے علم وفن سے بیزاری کا اعلان کرتا ہے جو اسلامی عقائد واعمال سے مزاحم ہو اور انسانی ذہن وفکر کو گمراہی کی طرف موڑ دے، اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ اسلام اپنے ماننے والوں سے جس زندگی کا تقاضا کرتا ہے وہ علم دین ہی پر موقوف ہے جس کے ذریعہ انسان، انسان بنتا ہے اور اپنی حقیقت کو پہچان کر اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرتا ہے، علم دین ہی جنت کا راستہ دکھاتا ہے، گناہوں کی معافی کا سبب بنتا ہے اور اس کے حصول کیلئے نکلا ہوا شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں جیسا اجر وثواب پاتا ہے۔

دین اسلام کی بنیاد علم پر ہے، قرآن کریم میں جگہ جگہ علم کی اہمیت، ضرورت اور فضیلت کو بیان کیا گیا ہے، سورۂ توبہ میں حکم ہے کہ ہر قبیلے سے کم از کم ایک گروہ دین سیکھنے کیلئے نکلے اور واپس جا کر اپنی قوم کو بھی بے علمی کے وبال سے ڈرائے تاکہ وہ بھی بری باتوں سے بچیں۔

حضور ﷺ کو علم پھیلانے میں اتنی دلچسپی تھی کہ جنگ بدر میں بعض قیدیوں کی رہائی کیلئے یہ شرط لگائی کہ وہ دس دس مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں، آپ ﷺ کے دور میں درس وتعلیم کا ایک مستقل سلسلہ قائم تھا، مسجد نبوی کے چبوترے (صُفّہ) پر بیٹھ کر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت علم دین کے سیکھنے سکھانے میں مشغول رہتی تھی۔

حدیث:

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: .... وَمَنْ سَلَکَ طَرِیْقًا یَلْتَمِسُ فِیْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰہُ لَهٗ بِهٖ طَرِیْقًا اِلَی الْجَنَّةِ. (مشکوٰۃ ص ۳۲)

ترجمہ:...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص علم کی طلب میں کسی راستے پر چلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے اس کیلئے جنت کے راستے کو آسان فرما دیتا ہے۔

تشریح: اس حدیث میں طلب علم اور طالب علم کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ جو شخص اپنے وطن کو چھوڑ کر، عزیز و اقارب سے جدا ہو کر، عیش و آرام کو ترک کر کے علم حاصل کرنے کے جذبے سے نکلتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس قربانی کے صلے میں (جو اس نے علم حاصل کرنے میں دی ہے) ایسے اعمال کی توفیق دے گا جو اس کیلئے جنت میں جانے کا سبب بنیں گے۔

حدیث سے ثابت ہوا کہ علمی مراکز کا رخ کرنا ایک پسندیدہ اور مطلوب امر ہے، علم ہی کے حصول کیلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کی طرف ایک طویل سفر طے کیا تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی حصول علم کی خاطر دور دراز کی مسافتیں طے کیں، اور ان کے بعد بھی ہر دور میں اہل علم نے مشقتیں برداشت کر کے دین سیکھنے اور سکھانے میں اپنی زندگیاں گزار دیں۔

✡✡✡✡✡✡✡

مشق

- مندرجہ ذیل حدیث کو زبانی یاد کریں اور اس کا ترجمہ و تشریح اپنی کاپیوں میں تحریر کریں۔

عَنْ سَخْبَرَةَ الْأَزْدِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ کَانَ کَفَّارَةً لِمَا مَضٰی. (مشکوٰۃ ص ۳٤)

بدعت

اہل لغت بدعت کا اطلاق ہراس چیز پر کرتے ہیں جو کسی سابق نمونے کے بغیر عمل میں لائی گئی ہو، شریعت کی اصطلاح میں بدعت کے معنی ثواب کی نیت سے کیا جانے والا ہر وہ عمل ہے جس کا رسول اکرم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے قول وفعل سے کوئی ثبوت نہ ہو۔
آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پسند و ناپسند کا جومعیار دیا اس کا نام دین وشریعت ہے، جس کی تکمیل کا اعلان آپ ﷺ کے وصال سے تین ماہ قبل حجۃ الوداع کے موقع پر کردیا گیا تھا:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

ایک مومن کا اعتقاد وایمان اتنا پختہ وکامل ہونا چاہئے کہ قرآن وسنت والی راہ پر پورے یقین کے ساتھ چلنے اور شریعت کی حدود کے اندر رہنے کو ہی اپنے لئے فلاح وسعادت سمجھے، اپنی نفسانی خواہشات اور ذاتی اغراض کی بنا پر دین میں نئے نئے طریقے رائج کرنا نہ صرف یہ کہ ایمان واعتقاد کی بڑی کمزوری ہے بلکہ دعویٰ اسلام کے بھی منافی ہے۔

بدعت میں مبتلا ہونے کے بعد دل ودماغ کی نورانیت وصلاحیت زائل ہوجاتی ہے، آدمی حق وباطل کی تمیز کھو بیٹھتا ہے، یہ ایک ایسا عمل ہے جس کو شیطان اتنا مزیّن اور خوبصورت بنا کر پیش کرتا ہے کہ کرنے والے کو اپنی غلطی کا احساس ہی نہ ہو اور مرتے دم تک اسے توبہ کی توفیق بھی نہ ملے۔

بدعت پیاری پیاری سنتوں سے محرومی کا سب سے بڑا سبب ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:
جب کوئی قوم دین میں بدعت گھڑ لے تو اللہ تعالیٰ اس بدعت کے بقدر سنت کا حصہ اٹھا لیتا ہے اور پھر قیامت تک اسے ان کی طرف واپس نہیں لوٹاتا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: میں حوض کوثر پر اپنی امت کو پانی پلانے کیلئے موجود ہوں گا، کچھ لوگ میرے سامنے ایسے بھی آئیں گے جن کو میں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے مگر میرے اور ان کے درمیان رکاوٹ پیدا کردی جائے گی، میں کہوں گا کہ یہ تو میرے لوگ ہیں! جواب ملے گا کہ آپ نہیں جانتے انہوں نے آپ کے بعد کیا کچھ گھڑا، یہ جواب سن کر میں کہوں گا:

سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَیَّرَ بَعْدِیْ　پھٹکار پھٹکار ان پر جنہوں نے میرے بعد میرا طریقہ بدلا۔

حدیث:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَالَیْسَ مِنْہُ فَھُوَرَدٌّ. (مشکوٰۃ ص۲۷)

ترجمہ :...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات نکالی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔

تشریح : دین اسلام ہر اعتبار سے کامل و مکمل ہے جس میں کسی کو ردوبدل اور کمی بیشی کی اجازت نہیں، جو شخص قرآن وسنت کے صحیح راستے کو چھوڑ کر اپنی مرضی کے مطابق اسلام میں نئی نئی باتیں گھڑتا ہے اور ان کی نسبت شریعت کی طرف کرتا ہے حالانکہ اسلام میں ان کا وجود ہی نہیں ہوتا اور نہ خیر القرون میں ان کا کوئی ثبوت ملتا ہے تو ایسے شخص کی بات کو مردود (نا قابل قبول) قرار دیا جائے گا۔

اسلام قرآن وسنت اور ان کی مستند تشریحات کی صورت میں کامل و مکمل محفوظ ہے اپنی طرف سے اس میں کمی وزیادتی کی گنجائش نہیں، ہر بدعت گمراہی ہے جسکا انجام آگ ہے۔

٭٭٭٭٭٭٭

مشق

❁ مندرجہ ذیل حدیث کو زبانی یاد کریں اور اس کا ترجمہ وتشریح اپنی کاپیوں میں تحریر کریں۔

عَنْ غُضَیْفِ بْنِ الْحَارِثِ الثُّمَالِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَا اَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً اِلَّا رُفِعَ مِثْلُھَا مِنَ السُّنَّةِ فَتَمَسُّکٌ بِسُنَّةٍ خَیْرٌ مِّنْ اِحْدَاثِ بِدْعَةٍ. (مشکوٰۃ ص ۳۱)

وضو

اسلام دین فطرت ہے جس نے ہر موقعہ پر طہارت ونظافت کی خوب تاکید کی ہے اور اسے ایمان کا حصہ قرار دیا ہے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نیت سے طہارت وپاکیزگی کا پابند شخص اللہ کا محبوب بن جاتا ہے، طہارت سے طبیعت میں نشاط پیدا ہوتا ہے، طہارت انسان کو فرشتوں سے قریب اور شیطان سے دور کرتی ہے، ایمان کے بعد نماز سب سے اہم عبادت ہے اور وضو اس کیلئے کنجی اور شرط ہے جو انسان کو ظاہری وباطنی گناہوں سے پاک کرتا ہے، وضو سے ایسی نظافت وپاکیزگی حاصل ہوجاتی ہے جس سے بندۂ مومن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے لائق ہوجاتا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے: اے ایمان والو جب تم نماز کا ارادہ کرو تو اپنے منہ کو اور دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو، اور اپنے سر کا مسح کرلو اور اپنے دونوں پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھولو۔

اس آیت میں وضو کے چار فرائض کا ذکر ہے، احادیث مبارکہ میں وضو کی بہت سی سنتیں اور آداب مذکور ہیں، ان میں سے ایک اہم سنت مسواک ہے، جو منہ کی پاکیزگی اور پروردگار عالم کی خوشنودی کا سبب ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر مجھے امت کی تکلیف ومشقت کا خیال نہ ہوتا تو میں ان کو ہر وضو میں مسواک کرنے کا (وجوبی) حکم دیتا۔

علماء کرام نے مسواک کے ستر (۷۰) سے زیادہ فوائد بیان کئے ہیں، افضل یہ ہے کہ مسواک پیلو کے درخت کی جڑ سے بنائی جائے، مسواک کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ مسواک کو پانی میں تر کرکے دائیں ہاتھ میں اس طرح پکڑے کہ چھنگلی مسواک کے نیچے اور انگوٹھا مسواک کے سرے کے برابر اور باقی تین انگلیاں مسواک کے اوپر کی جانب رہیں، مسواک دانتوں پر دائیں سے بائیں، پہلے اوپر پھر نیچے کی جائے۔ وضو سے فارغ ہوکر آسمان کی طرف دیکھ کر یہ دعا پڑھنا سنت ہے:

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ .

حدیث:

عَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهٖ حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِهٖ. (مشکوۃ ص ۳۸)

ترجمہ: ...... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اچھی طرح وضو کرے تو اس کے تمام (صغیرہ) گناہ اس کے جسم سے نکل جاتے ہیں، یہاں تک کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں۔

تشریح: نیک اعمال کی تأ ثیر یہ ہے کہ وہ گناہوں کو مٹاتے اور ان کے داغ دھبوں کو دھوڈالتے ہیں، ارشاد خداوندی ہے: اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ، جو شخص رسول اللہ ﷺ کی تعلیم وہدایت کے مطابق وضو کرے اور اس میں تمام سنتوں اور مستحبات کی رعایت کرے تو نہ صرف یہ کہ اسے ظاہری صفائی اور طہارت حاصل ہوتی ہے، اعضاء کا میل کچیل دور ہو جاتا ہے بلکہ وہ گناہوں سے بھی خوب پاک وصاف ہو جاتا ہے، وضو سے متعلق احادیث میں ہے کہ مسلمان وضو میں جسم کے جس عضو کو دھوتا ہے اس کے اس عضو سے سرزد ہونے والے (صغیرہ) گناہ معاف کئے جاتے ہیں۔ واضح رہے کہ کبیرہ گناہوں کا معاملہ بہت سنگین ہے، اس زہر کا تریاق صرف توبہ ہی ہے۔

✪✪✪✪✪✪✪

مشق

✪ مندرجہ ذیل حدیث کو زبانی یاد کریں اور اس کا ترجمہ وتشریح اپنی کاپیوں میں تحریر کریں۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَفْضُلُ الصَّلٰوةُ الَّتِيْ يُسْتَاكُ لَهَا عَلَى الصَّلٰوةِ الَّتِيْ لَا يُسْتَاكُ لَهَا سَبْعِيْنَ ضِعْفًا. (مشکوۃ ص ۴۵)

مسجد

دنیا میں جتنی بھی قومیں آباد ہیں تقریباً ہر قوم اپنے آپ کو کسی نہ کسی مذہب اور دھرم کی طرف ضرور منسوب کرتی ہے اور اپنے مذہبی تہوار منانے اور رسومات ادا کرنے کیلئے ایک مرکز بھی ضروری سمجھتی ہے، دوسری اقوام کی طرح مسلمان بھی ایک ایسا مرکز رکھتے ہیں جہاں وہ آکر حق تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں اور اپنی عبدیت کا اظہار کرتے ہیں، مسلمانوں کو جس طرح دین و مذہب میں برتری حاصل ہے اسی طرح ان کا یہ مرکز بھی دوسرے مذہبی مراکز سے مختلف اور ممتاز ہے، مسلمانوں کے اس مرکز کو مسجد کہا جاتا ہے، مسجد کیا ہے؟ مسجد اللہ تعالیٰ کی قابل تعظیم نشانیوں میں سے ایک عظیم نشانی ہے، اللہ تعالیٰ کا گھر ہے، ایمان و اعمال کی حفاظت کے لئے ایک مضبوط قلعہ ہے، اللہ تعالیٰ کے ہاں روئے زمین پر سب سے زیادہ محبوب جگہ ہے، تمام عبادات اور ہر قسم کی خیر و بھلائی کا منبع ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور عنایتوں کے نزول کا مقام ہے۔ آپ ﷺ نے امت کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ مسجدوں سے تعلق اور لگاؤ بڑھا کر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے اپنے دامنوں کو بھرتے رہا کریں اور ایک حسّی مثال کے ذریعے سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ جب جنت کے باغوں سے تمہارا گزر ہو تو ان سے میوہ خوری کرلیا کرو، آپ ﷺ سے جنت کے باغوں اور ان میں میوہ خوری کا مطلب پوچھا گیا تو فرمایا: مساجد جنت کے باغ ہیں اور سُبحَانَ اللّٰہِ وَالحَمدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکبَرُ وہاں کی میوہ خوری ہے، یعنی وہاں جا کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، تسبیح و تقدیس اور یکتائی و کبریائی بیان کریں، مسجد اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جگہ ہے، اسلام احاطۂ مسجد میں ہر ایسے قول و فعل سے منع کرتا ہے جو مسجد کے احترام کے منافی ہو یا عبادت کے عنصر سے بالکل خالی ہو۔ نبی کریم ﷺ نے مسجد کے تصور کو نمازوں یا چند مخصوص عبادات پر منحصر نہیں چھوڑا بلکہ اسے دین کے تمام شعبوں کی تشکیل اور احیاء کا مرکز ٹھرایا، آپ ﷺ کی مسجد (مسجد نبوی) اصحاب صفہ کے لئے درس گاہ، دینی مسائل پوچھنے والوں کیلئے دارالافتاء، باہمی تنازعات کے فیصلوں کیلئے دارالقضاء، عسکری تشکیل کیلئے چھاؤنی، اشاعت دین اور دعوت و تبلیغ کیلئے ایک عظیم مرکز اور اصلاح و تزکیہ کیلئے خانقاہ کی حیثیت رکھتی تھی۔

حدیث:

عَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
مَنْ بَنٰى لِلّٰهِ مَسْجِدًا بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ. (مشکوۃ ص ۶۸)

ترجمہ :...... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اخلاص کے ساتھ مسجد بنائی اللہ رب العزت اس کیلئے جنت میں گھر بنائے گا۔

تشریح : مسجد کی تعمیر اتنا اہم اور فائدے کا سودا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عمل کے بدلے لامحدود وسعتوں والی جنت میں اسے ایک عظیم محل عطا فرماتا ہے، جنت کی عام نعمتوں میں سے کسی بھی نعمت کا ہم دنیا میں اندازہ نہیں لگا سکتے، جنت کی ہر نعمت انسان کی دید و شنید اور احساس و ادراک سے بالاتر ہے، جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی کے دل میں اس کا خیال گزرا، مسجد کی تعمیر سے خوش ہوکر اللہ تعالیٰ اس کے بنانے والے کو جو خاص گھر عطا فرمائے گا اس کی شان و عظمت ہی کیا ہوگی!!

اللہ تعالیٰ کے ہاں مسجد کے بانی کہلانے کے لئے سرمایہ کی کثرت و فراوانی قطعاً شرط نہیں بلکہ ہزاروں لاکھوں خرچ کرنے والوں کے ساتھ اخلاص نیت سے چند روپے خرچ کرنے والا شخص بھی اس انعام کا مستحق بن سکتا ہے یہاں تک کہ اگر کوئی اپنے محدود وسائل سے مسجد کی تعمیر میں ایک گھونسلے کی مقدار بھی حصہ لے تو وہ بھی اس فضیلت میں شامل ہے اور اس کا یہ عمل اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کے حصول کا ذریعہ ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

مشق

- مندرجہ ذیل حدیث کو زبانی یاد کریں اور اس کا ترجمہ وتشریح اپنی کاپیوں میں تحریر کریں۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَى اللّٰهِ مَسَاجِدُهَا وَ اَبْغَضُ الْبِلَادِ اِلَى اللّٰهِ اَسْوَاقُهَا.

(مشکوۃ ص ۶۸)

نماز

اسلام کے بنیادی ارکان اور شعائر میں سب سے اہم رکن نماز ہے جسے دین کا ستون قرار دیا گیا ہے،عقائد کے بعد بدنی عبادات میں سب سے افضل اور عمدہ عبادت نماز ہے ، یہ وہ پسندیدہ عمل ہے جس کی برکتوں سے اللہ تعالیٰ نے کسی بھی نبی کی امت کو محروم نہیں رکھا، تمام احکاماتِ خداوندی بذریعۂ وحی عرش سے فرش پر اتارے گئے لیکن نماز وہ اہم رکن ہے جس کو ربِ کائنات نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو عرش پر بلاکر بطور تحفہ پیش فرمایا۔

مرد ہو یا عورت، بوڑھا ہو یا جوان، تندرست ہو یا بیمار، مسافر ہو یا مقیم، ان سب پر دن رات میں اللہ رب العزت نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں، جن کو اپنے اوقات پر ادا کرنا اللہ کے نزدیک بندہ کا محبوب ترین عمل ہے، نماز اللہ سے ہم کلام ہونے اور مانگنے کا بہترین وسیلہ ہے، نماز کا ایک ایک رکن اللہ کے سامنے عاجزی وانکساری کا مظہر ہے۔

قرآن وحدیث میں جتنی تاکید اور اہمیت نماز کی بیان کی گئی ہے شاید ہی کسی اور عبادت کی ہو، یہ ایک ایسا عمل ہے جو برائیوں اور گناہوں سے روکتا ہے، یہ اسلام کا وہ عظیم رکن ہے جس کو کفر واسلام کے درمیان ایک امتیازی علامت قرار دیا گیا ہے، نماز اللہ کے آگے جھکنے، اس سے گہرا تعلق بنانے اور امت کے تمام لوگوں میں نظم پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے، ایمان اور توحید کا اظہار اس کے ذریعہ بڑی خوبی سے ہوتا ہے، فرد کیلئے بھی اس میں کئی اخلاقی اور طبی فائدے ہیں، اور پوری امت کیلئے بھی اس میں بہت سے معاشرتی فائدے ہیں، یہ وہ عبادت ہے جس سے نہ صرف یہ کہ اللہ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے بلکہ یہ بندوں کے درمیان وحدت والفت کا ایک بہترین ذریعہ بھی ہے ،اسی فلسفے کے تحت شریعت نے مسلمانوں کو مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے کا پُرزور حکم دیا ہے اور اس کا ثواب تنہا نماز پڑھنے کے ثواب سے کئی گُنا زیادہ قرار دیا ہے ، نماز باجماعت سے بندگی اور اطاعت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے،قوم باقاعدگی اور پابندی کا سبق سیکھتی ہے، جس شخص کا دل مسجد میں اٹکا رہے اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں رہے اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے عرش کے خصوصی سائے میں جگہ دے گا۔

حدیث:

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَهُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِيْنَ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ. (مشکوۃ ص ۵۸)

ترجمہ: ...... عمرو بن شعیب رحمہما اللہ اپنے والد اور وہ اپنے دادا حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تمہارے بچے سات سال کے ہو جائیں تو ان کو نماز کا حکم دو اور جب دس سال کے ہو جائیں تو ان کو نماز نہ پڑھنے پر مارو اور ان کے بستر علیحدہ کردو۔

تشریح: والدین کا فرض ہے کہ وہ تمام دینی احکام واعمال میں اولاد کی نگرانی کریں، ان کو اللہ اور رسول کی اطاعت کا حکم دیں اور ان کی نافرمانی سے روکیں۔

اس حدیث میں حکم ہے کہ جب بچے سات سال کے ہو جائیں تو اس وقت سے ان کو نماز کی تاکید شروع کردی جائے تاکہ جب وہ بلوغت کی عمر کو پہنچیں تو نماز کے عادی بن چکے ہوں، جو بچے دس سال کی عمر کو پہنچ کر بھی نماز میں کوتاہی کریں تو ان پر سختی کی جائے اور نہ پڑھنے کی صورت میں ان کو مناسب سزا دی جائے، نیز اس کے ساتھ ساتھ شریعت نے ان کے الگ الگ سُلانے کا بھی حکم دیا ہے تاکہ اخلاق وعادات کے اعتبار سے ان میں کسی قسم کی کجی باقی نہ رہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

مشق

- مندرجہ ذیل حدیث کو زبانی یاد کریں اور اس کا ترجمہ وتشریح اپنی کاپیوں میں تحریر کریں۔

عَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ الْحَنَفِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِلٰى صَلٰوةِ عَبْدٍ لَا يُقِيْمُ فِيْهَا صُلْبَهٗ بَيْنَ خُشُوْعِهَا وَسُجُوْدِهَا. (مشکوۃ ص ۸٤)

زکوٰۃ

لغت میں [illegible] کے معنی بڑھنے اور پاک ہونے کے ہیں، شرعی اصطلاح میں اس کا مطلب ہے: [illegible] ۔ شریعت نے ہر صاحب حیثیت کو خواہ مرد ہو یا عورت، اپنے مال میں سے زکوٰۃ ادا کرنے کا قطعی حکم دیا ہے، اس کا منکر دائرۂ اسلام سے خارج شمار ہوتا ہے، سال پورا ہونے پر زکوٰۃ دینا ضروری ہے، بغیر عذر کے تاخیر کرنا گناہ ہے، زکوٰۃ کی ادائیگی باقی ماندہ مال کو پاک کر دیتی ہے، اور اس میں برکت کا ذریعہ بنتی ہے، زکوٰۃ درحقیقت نعمتِ مال کے شکر ادا کرنے کا ایک طریقہ ہے، نماز کی طرح یہ بھی دین اسلام کا ایک اہم اور بنیادی ستون ہے، یہ وہ مالی فریضہ اور عبادت ہے جس کا حکم قرآن کریم میں تقریباً بتیس مقامات پر نماز کے حکم واقیموا الصلوٰۃ کے ساتھ واٰتوا الزکوٰۃ فرما کر دیا گیا ہے۔

اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا اسلام میں بہت نمایاں مقام رکھتا ہے، اعمال حسنہ میں اضافہ کا عظیم وسیلہ ہے، اس لئے ایک مسلمان کو چاہئے کہ وہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ دوسرے مواقع پر بھی اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے صدقہ وغیرہ دیتا رہے، اونچا (دینے والا) ہاتھ نیچے (لینے والے) ہاتھ سے بہتر ہے، صدقہ مال کو کم نہیں کرتا بلکہ اس میں مزید برکت پیدا کرتا ہے، فرض عبادات میں زکوٰۃ کی حیثیت دوہری ہے، وہ ایک حیثیت سے اللہ کا حق ہے تو دوسری حیثیت سے حقوق العباد میں بھی شامل ہے، زکوٰۃ کے اُخروی فوائد کے ساتھ ساتھ دنیوی فوائد بھی ہیں: مثلاً غریبوں کی مدد ہوتی ہے، ہمدردی، بھائی چارگی اور ایثار وقربانی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، مال کی محبت کم ہو جاتی ہے جو انسان میں شرافت اور خاکساری پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر کئی وعیدیں قرآن وحدیث میں آئی ہیں، جو شخص زکوٰۃ ادا نہیں کرتا قیامت کے دن اس کے مال (سونے چاندی) کو تپا کر اس کی پیشانی اور کمر کو اس سے داغا جائے گا، اللہ نے جس کو مال عطا کیا ہو اور وہ زکوٰۃ ادا نہ کرتا ہو تو قیامت کے دن وہ مال سانپ بن کر اس کی گردن میں ہوگا اور اس کو ڈستا رہے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔

حدیث:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَا خَالَطَتِ الزَّكٰوةُ مَالًا قَطُّ اِلَّا اَهْلَكَتْهُ. (مشکوۃ ص ۱۵۷)

ترجمہ: ...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس مال میں زکوٰۃ رل مل جائے تو وہ مال ضائع ہو جاتا ہے۔

تشریح: محدثین نے اس حدیث کے دو معنی بیان کئے ہیں، ایک تو یہ کہ کوئی شخص صاحب نصاب ہے، اور اس پر زکوٰۃ واجب ہے لیکن وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو جو زکوٰۃ کا مال ادا نہیں کیا وہ اس کے حق میں حرام ہے اور یہ مذکورہ حرام مال، اصل حلال مال کے ساتھ باقی رہنے کی بنا پر اصل حلال مال کو ضائع کر دیتا ہے۔

دوسرے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص مالدار یعنی صاحب نصاب ہے اور بجائے غریبوں کو زکوٰۃ دینے کے وہ خود دوسروں سے زکوٰۃ لیتا ہے تو یہ زکوٰۃ جو اس نے لی ہے اس کے لئے حرام ہے، جب یہ شخص اس حرام مال کو اپنے اصل حلال مال کے ساتھ ملائے گا تو یہ حرام مال باقی حلال مال کو تباہ کر دے گا، خلاصہ یہ ہے کہ حرام مال کے ملنے کی وجہ سے پورا مال کسی نہ کسی طرح ضائع ہو جاتا ہے، یا اس میں نقصان واقع ہو جاتا ہے، یا مال سے برکت اٹھ جاتی ہے، یا مال اس قابل نہیں رہتا کہ اس سے نفع اٹھایا جا سکے، کیونکہ حرام مال سے نفع اٹھانا شرعاً جائز نہیں ہے۔

○○○○○○○

مشق

- مندرجہ ذیل حدیث کو زبانی یاد کریں اور اس کا ترجمہ وتشریح اپنی کاپیوں میں تحریر کریں۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنْفِقْ يَا ابْنَ اٰدَمَ اُنْفِقْ عَلَيْكَ. (مشکوۃ ص ۱٦٤)

روزہ

روزہ کو عربی میں صوم کہتے ہیں ، جس کے معنی لغت میں رُکنے اور باز رہنے کے ہیں، شرعی اصطلاح میں صبح صادق سے غروب آفتاب تک روزہ کی نیت سے کھانے پینے اور جماع سے اپنے آپ کو باز رکھنے کا نام صوم ہے، یہ ایک بدنی عبادت ہے اور اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے چوتھا رکن ہے، نماز کی طرح یہ عبادت بھی پچھلی امتوں پر فرض تھی۔

روزہ ایک ڈھال ہے اور درحقیقت نفس کو ضبط کرنے کی عملی تربیت ہے جس سے نفس امارہ کی تیزی وتندی رک جاتی ہے، گناہ کی طرف رجحان ہلکا پڑ جاتا ہے، دل کدورتوں سے پاک وصاف ہوجاتا ہے، روزہ صرف اللہ ہی کی رضا کیلئے ہوتا ہے، اس میں ریاکاری اور نمائش کا کوئی دخل نہیں ہوتا لہٰذا اس کا ثواب بھی لامحدود ہے جس کی مقدار سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی اور نہیں جانتا، روزہ قیامت کے دن آکر کہے گا کہ اے پروردگار! میں نے اس شخص کو کھانے پینے اور دوسری خواہشات سے روکے رکھا تھا، اب میری طرف سے اس کے حق میں سفارش قبول فرمالے۔

اللہ کریم نے مسلمانوں پر رمضان کے روزے فرض کئے ہیں، رمضان ایک مقدس باعظمت مہینہ ہے، یہ صبر کا مہینہ ہے جس کا بدلہ جنت ہے، یہ غم خواری کا مہینہ ہے، مستقل طور پر بھوک اور پیاس میں رہنے والوں سے ہمدردی اور ایثار کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اس مہینے میں ایک رات (لیلۃ القدر) ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے، اس مہینے میں ایک نفل کا ثواب فرض اور ایک فرض کا ثواب ستّر فرائض کے برابر ہوجاتا ہے۔

اس مہینے کا ایک خاص عمل تراویح ہے، عشاء کی نماز کے بعد بیس رکعت تراویح پڑھنا سنت ہے، اس ماہ کے آخری دس دنوں میں اعتکاف بھی سنت ہے۔

رمضان کے اختتام پر صدقۂ فطر کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے جو کہ روزوں کو گناہوں اور لغویات سے پاک کرنے اور غریب ومسکین مسلمان بھائیوں کو اپنے ساتھ عید کی خوشیوں میں شریک کرنے کا ایک عمدہ طریقہ ہے۔

حدیث:

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : فِي الْجَنَّةِ ثَمَانِيَةُ اَبْوَابٍ مِنْهَا بَابٌ يُسَمَّى الرَّيَّانَ لَا يَدْخُلُهُ اِلَّا الصَّائِمُوْنَ. (مشکوۃ ص ۱۷۳)

ترجمہ :...... حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ایک وہ دروازہ ہے جسے ریّان کہا جاتا ہے اور اس دروازے سے صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے۔

تشریح : جنت کے آٹھ دروازے ہیں، ہر ایک دروازے کا نام اہم عبادتوں کے نام سے رکھا گیا ہے، جو شخص ان اہم عبادتوں میں سے جس عبادت کو کثرت سے کرتا رہا ہوگا، اس کو اسی دروازے سے بلایا جائے گا، جیسا کہ ان دروازوں میں سے ایک دروازے کا نام باب الصلوٰۃ ہے، اس دروازے سے اس شخص کو بلایا جائے گا جو دنیا میں بہت زیادہ نماز پڑھنے والا تھا اسی طرح انہی دروازوں میں سے ایک دروازے کا نام باب الریّان ہے، ریان کے معنی سیرابی کے ہیں اس دروازے سے کثرت سے روزے رکھنے والا شخص جنت میں داخل ہوگا اور یہ وہ دروازہ ہے جہاں سے روزہ دار کو جنت میں اپنے مقام پر پہنچنے سے پہلے ایک عمدہ پاکیزہ مشروب پلایا جائے گا گویا کہ جو شخص دنیا میں خدا کی خوشنودی کی خاطر روزے رکھ کر پیاسا رہا، اس کی برکت سے باب ریّان پر سیراب ہونے کے بعد جنت میں داخل ہوگا۔

✿✿✿✿✿✿✿

مشق

✿ مندرجہ ذیل حدیث کو زبانی یاد کریں اور اس کا ترجمہ وتشریح اپنی کاپیوں میں تحریر کریں۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسَ. (مشکوۃ ص ۱۷۹)

حج

لغت میں حج کے معنی ہیں کسی باعظمت چیز کا قصد کرنا اور شریعت کی اصطلاح میں ایک مقررہ وقت میں مخصوص ارکان کی ادائیگی کے ساتھ متعین جگہوں کی زیارت کرنے کو حج کہا جاتا ہے جو کہ اسلام کے پانچ بنیادی ستونوں میں سے ایک عظیم ستون ہے۔نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی طرح حج کی فرضیت بھی قرآن سے ثابت ہے۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا

حج زندگی میں ایک بار فرض ہے، اس کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے، استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے والا فاسق اور گنہگار رہے، اس سے بڑی محرومی کیا ہوگی کہ اللہ اس سے بے نیازی اور بے تعلقی کا اعلان فرمائے، حج پر جانے کی وسعت نہ ہو تب بھی بیت اللہ کو دیکھنے اور روضہٴ اقدس پر حاضری کی تمنا اور ارکان حج میں مضمر ابراہیمی جذبات سے اپنے سینے کو منور رکھنا ایک مسلمان کا شیوہ ہونا چاہئے۔

حج میں بلا عذر تاخیر اور ٹال مٹول نہایت ہی نامناسب ہے، صاحبِ استطاعت شخص جلد از جلد پورے شعور کے ساتھ حج ادا کرے، زندگی میں انقلاب لاکر ان حقیقتوں کو اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش کرے، جن کیلئے اللہ نے مومنوں پر حج فرض کیا ہے۔

منٰی ، مزدلفہ اور عرفات تمام مقامات پر خوب گڑ گڑا کر اپنے رب سے مانگے ، اللہ کے نزدیک یوم عرفہ تمام دنوں سے بہتر ہے ، اس دن اللہ تعالیٰ خصوصی توجہ فرما کر فرشتوں کے سامنے حج پر آنے والے اپنے بندوں کی عاجزی اور انکساری پر فخر فرماتا ہے، کثرت سے لوگوں کی بخشش ہوتی ہے اور ان کو جہنم سے آزادی کا پروانہ جاری ہوتا ہے۔

اس مبارک سفر میں نبی کریم ﷺ کے روضہٴ اقدس پر حاضری دے کر دوہری سعادت حاصل ہوتی ہے، جو روز قیامت آپ ﷺ کے قرب اور شفاعت کا ذریعہ بنے گی۔ انشاء اللہ

حدیث:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَنَّهٗ قَالَ: اَلْحَاجُّ وَالْعُمَّارُ وَفْدُ اللّٰهِ اِنْ دَعَوْهُ اَجَابَهُمْ وَاِنِ اسْتَغْفَرُوْهُ غَفَرَلَهُمْ. (مشکوٰۃ ص ۲۲۲)

ترجمہ: ...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ حج وعمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں، اگر وہ اللہ سے دعا مانگتے ہیں، تو اللہ ان کی دعا کو قبول کرتا ہے، اور اگر اس سے مغفرت طلب کرتے ہیں تو ان کی مغفرت فرماتا ہے۔

تشریح: میزبان اپنے مہمان کی ہر جائز خواہش کا احترام کرتا ہے، حج وعمرہ پر جانے والے مسلمان اللہ کے مہمان ٹھہرائے گئے ہیں چنانچہ جب وہ اللہ کے سامنے اپنی جو بھی حاجتیں پیش کریں گے تو اللہ ان کی لاج رکھ کر انہیں پوری فرمائے گا، خصوصاً گناہوں کی معافی کیلئے جب اللہ کے گھر میں آئے ہوئے مہمانوں کے ہاتھ اٹھیں گے تو اللہ انہیں محروم اور خالی نہیں لوٹائے گا، بلکہ ان کو اپنے کرم سے نواز کر بخشش کا اعلان فرمائے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆

مشق

- مندرجہ ذیل حدیث کو زبانی یاد کریں اور اس کا ترجمہ وتشریح اپنی کاپیوں میں تحریر کریں۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَّمْ یَمْنَعْهُ مِنَ الْحَجِّ حَاجَةٌ ظَاهِرَةٌ اَوْ سُلْطَانٌ جَائِرٌ اَوْ مَرَضٌ حَابِسٌ فَمَاتَ وَلَمْ یَحُجَّ فَلْیَمُتْ اِنْ شَاءَ یَهُوْدِیًّا وَاِنْ شَاءَ نَصْرَانِیًّا.

(مشکوٰۃ ص ۲۲۲)

جہاد

جہاد کے لغوی معنی مشقت اٹھانے اور بھرپور کوشش کرنے کے ہیں، شریعت کی اصطلاح میں جہاد کا مفہوم یہ ہے کہ کفار کے ساتھ لڑی جانے والی جنگ میں اپنی جان، مال اور صلاحیتیں اسلامی لشکر کی معاونت اور حمایت میں استعمال کی جائیں۔

جہاد کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کی سرزمین پر اللہ کا دین غالب ہو، اس کا جھنڈا بلند اور اس کے دشمنوں کا جھنڈا سرنگوں رہے۔

جہاد اسلام کی روح ہے اور اس کی اشاعت اور غلبہ کا ذریعہ ہے، جہاد ظالموں کے مقابلہ میں مظلوموں کی حمایت اور فساد و سرکشی کی جڑ کاٹنے کا نام ہے، اس کے ذریعے اللہ کے بندوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر ربّ ذوالجلال کی بندگی کا موقع فراہم کیا جاتا ہے اور مختلف تحریف شدہ مذاہب و ادیان کے ظلم و ستم سے نجات دلا کر انہیں اسلام کے سایۂ عدل میں جگہ دی جاتی ہے، بندگانِ خدا کو امن و اطمینان کی زندگی بسر کرنے اور اعلیٰ نصب العین کی طرف بڑھنے کا موقع ملتا ہے۔

جہاد فساد اور دہشت گردی نہیں بلکہ امن و سلامتی کا راستہ ہے، اگر جسم کے کسی عضو میں پھوڑا پھنسی نکل آئے تو طبیب پہلے مرہم اور پھر نشتر لگا کر اس کے علاج کی کوشش کرتا ہے، اگر یہ دونوں طریقے ناکام ہوں تو جسم کے دوسرے اعضاء کی حفاظت کی خاطر اُس فاسد عضو کو کاٹ دیا جاتا ہے، یہی جہاد کا فلسفہ ہے، جہاد اسلام کا شعار ہے جو قیامت تک جاری رہے گا، چاہے دین کی حفاظت کیلئے ہو یا دین کے نفاذ کیلئے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ایک اہم ترین مقصد دینِ حق کا قیام اور غلبہ قرار دیا جو جہاد ہی سے حاصل ہوگا، ارشاد خداوندی ہے:

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ
لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ○

ترجمہ: وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دیکر بھیجا ہے تاکہ وہ اسے سب ادیان پر غالب کردے، خواہ یہ بات مشرکوں کو کتنی ہی ناگوار کیوں نہ گذرے۔

حدیث:

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَنْ يَّبْرَحَ هٰذَا الدِّيْنُ قَائِمًا يُقَاتِلُ عَلَيْهِ عِصَابَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ. (مشکوۃ ص ۳۳۰)

ترجمہ:...... حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا اور مسلمانوں میں سے ایک جماعت اس دین کی حفاظت کیلئے قیامت تک لڑتی رہے گی۔

تشریح: جہاد کا مقصد اسلام کی سربلندی اور عادلانہ نظام کا قیام ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک جہاد کے باقی رہنے کا اعلان فرمایا ہے اور یہ پیش گوئی کی کہ ہر دور میں اللہ کے ایسے مخلص بندے ہوں گے جو اللہ کے دین کا دفاع کرتے رہیں گے اور اسلام کے جھنڈے کو بلند کرنے کیلئے کسی بھی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے، شوقِ شہادت کو دل میں لئے وہ موت کو زیست پر ترجیح دیں گے اور جنت کو تلواروں کی چھاؤں تلے تلاش کریں گے، اللہ کے باغیوں اور دین کے دشمنوں کے جارحانہ عزائم خاک میں ملانے کیلئے جان تک کی بازی لگائیں گے۔

✡✡✡✡✡✡✡

مشق

- مندرجہ ذیل حدیث کو زبانی یاد کریں اور اس کا ترجمہ وتشریح اپنی کاپیوں میں تحریر کریں۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ مَّاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهٖ نَفْسَهٗ مَاتَ عَلٰى شُعْبَةٍ مِّنْ نِّفَاقٍ.

(مشکوۃ ص ۳۳۱)

کسب حلال

کسبِ معاش ایک فطری امر ہے، ایک مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ اس کے لئے جو ذرائع تلاش کرے وہ جائز اور حلال ہوں، اسلام کے بنیادی ارکان وفرائض کے بعد کسب معاش کی کوشش اور رزقِ حلال حاصل کرنے کی فکر بھی ایک اہم فریضہ ہے، نبی کریم ﷺ کے رفقاءِ کرام کی زندگیاں اس حقیقت پر گواہ ہیں کہ معاشرے کی تشکیل وتعمیر میں محنت ومزدوری، زراعت، صنعت وحرفت اور تجارت وغیرہ کا ایک اہم کردار ہے اور یہ چیز انسانی حیات کے لوازمات میں سے ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو بشارت دی ہے جو رزق حلال کے لیے جدوجہد کرتے ہیں چنانچہ فرمایا: اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کوئی کمائی نہیں اور جو حلال مال آدمی اپنے اور اپنے اہل وعیال اور خادم پر خرچ کرے وہ اس کے لیے صدقہ ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کو ملحوظ رکھتے ہوئے پوری دنیا کے سامنے کسبِ معاش کے اعلیٰ نمونے قائم فرمائے، چنانچہ اگران ذرائع کو نیک نیتی، سچائی، خلقِ خدا کی نفع رسانی اور حاجتمندوں سے درگزر کے جذبے سے اختیار کیا جائے تو ہم خرما وہم ثواب کی بنیاد پر دنیاوی کمائی کے ساتھ ساتھ اُخروی کمائی کا بھی ذریعہ بنیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچائی اور ایمان داری کے ساتھ کاروبار کرنے والے تاجروں کو خوشخبری سنائی کہ وہ روز قیامت اللہ کے مقبول بندوں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوں گے دن بھر کی محنت ومزدوری سے تھکے ماندے شخص کو بوقت شام اللہ کی طرف سے پروانۂ مغفرت ملنے کا اعلان فرمایا گیا ہے، کمائی کے وہ تمام ذرائع اختیار کرنا حرام ہے جن سے شریعت مقدسہ نے منع فرمایا ہے جیسے سود، رشوت، جوا، سٹہ، چوری، ڈاکہ، بھتہ، ملاوٹ، جعلسازی اور دیگر ناجائز طریقے، یہ سب حرام ہیں۔

روزِ محشر جہاں زندگی، جوانی اور علم وعمل کے سلسلے میں ایک ایک سوال ہوگا وہاں مال کے متعلق دو سوال ہوں گے: مِنْ اَیْنَ اکْتَسَبَهٗ؟ وَفِیْ مَا اَنْفَقَهٗ؟ (کہاں سے کمایا، کہاں خرچ کیا)۔

حدیث:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: طَلَبُ کَسْبِ الْحَلَالِ فَرِیْضَۃٌ بَعْدَ الْفَرِیْضَۃِ ۔ (مشکوۃ ص ۲۴۲)

ترجمہ:...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال روزی کمانا فرض کے بعد ایک اور فرض ہے۔

تشریح: اپنی اور اپنے اہل وعیال کی معاشی کفالت کیلئے دست و بازو کی محنت سے کمانا ایک اہم فریضہ ہے، اسلام کے بنیادی ارکان وفرائض کے بعد اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ انسان کمائی کے حلال ذرائع سے اپنی اور اپنے اہل وعیال کی آبرو مندانہ زندگی کو تحفظ فراہم کرے اور دوسروں پر بوجھ نہ بنے۔

جو شخص طاقت کے باوجود سستی اور کاہلی کے سبب محنت ومشقت سے جی چرائے اور گزر اوقات کے لئے دوسروں سے مانگتا پھرے، اس کے حق میں بڑی وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔

کمائی میں اس طرح مشغول ہونا کہ فرائض تک چھوٹ جائیں اور انسان اللہ کی یاد سے غافل ہو جائے کسی طور پر بھی درست نہیں، ایمان والوں کی صفت اللہ نے یوں بیان فرمائی کہ تجارت اور خرید وفروخت انہیں نماز اور اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی۔

مشق

- مندرجہ ذیل حدیث کو زبانی یاد کریں اور اس کا ترجمہ وتشریح اپنی کاپیوں میں تحریر کریں۔

عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِیْجٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! اَیُّ الْکَسْبِ اَطْیَبُ؟ قَالَ: عَمَلُ الرَّجُلِ بِیَدِہٖ وَکُلُّ بَیْعٍ مَبْرُوْرٍ ۔ (مشکوۃ ص ۲۴۲)

نکاح

لغت میں نکاح ملنے اور جمع ہونے کو کہتے ہیں، اصطلاح میں مرد وعورت کے درمیان مہر کے تعین اور گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کے ساتھ اُس خاص عقد کو کہتے ہیں جس سے دونوں کے درمیان ازدواجی تعلق پیدا ہوجاتا ہے، اسلام نے رہبانیت اور مجرد زندگی گزارنے کی مخالفت کی ہے، اس لئے کہ یہ انسانی طبیعت ومزاج سے متصادم ہے، شادی انسانی فطرت ہے جس سے شرمگاہ اور نظریں محفوظ ہوجاتی ہیں اور معاشرہ انحطاط اور گراوٹ سے بچتا ہے، یہ صرف دو افراد کا سماجی بندھن نہیں بلکہ انسانی معاشرہ کے وجود وبقا کا ایک بنیادی ستون بھی ہے۔

جنسی بے راہ روی انسان کی اخلاقی زندگی کا ایک خطرناک اور ہلاکت خیز مرحلہ ہے، اس سے بچنے کیلئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحبِ استطاعت نوجوانوں کو نکاح کا حکم دیا ہے، نکاح کے ذریعہ کنبہ بڑھتا ہے، صالح اولاد پیدا ہوتی ہے جو زندگی کا ایک قیمتی سرمایہ ہے، دنیا میں آنکھوں کی ٹھنڈک اور آخرت میں فلاح وسعادت کا ذریعہ بنتی ہے۔

نکاح کے بعد اہل وعیال کی پرورش وخبرگیری اور گھر بار کی تمام نگہداشت کے سلسلے میں مسلسل جدوجہد کرنا پڑتی ہے جس سے انسان کا نفس جدے کا عادی ہوجاتا ہے اور انسان لاپرواہی کی زندگی سے دور رہتا ہے۔

نکاح کیلئے عورت کے انتخاب میں عام طور پر چار چیزوں کو ملحوظ رکھا جاتا ہے: مال، حسب ونسب، حسن وجمال اور دین، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین ہی کو ترجیح دینے کی تلقین فرمائی ہے۔

نکاح کی مجلس اعلانیہ طور پر مسجد میں منعقد کرنا مستحب ہے، نکاح کے بعد اپنی استطاعت کے مطابق دعوتِ ولیمہ مسنون ہے جس میں سادگی کو اپنانا چاہئے، فخر، نام ونمود، منکرات اور دیگر تمام غیر شرعی امور سے بچنا ضروری ہے۔

حدیث:

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ نِصْفَ الدِّیْنِ فَلْیَتَّقِ اللّٰهَ فِی النِّصْفِ الْبَاقِیْ. (مشکوۃ ص ٢٦٨)

ترجمہ :...... حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی شخص نے نکاح کرلیا تحقیق اس نے اپنا آدھا دین مکمل کرلیا، اب اسے چاہئے کہ باقی آدھے کے بارے میں اللہ سے ڈرے۔

تشریح : شرمگاہ اور پیٹ دو ایسی چیزیں ہیں جو عام طور پر انسان کیلئے دینی اعتبار سے نقصان اور بگاڑ کا سبب بنتی ہیں، اسے اللہ کی یاد سے دور کردیتی ہیں۔

نکاح کے ذریعے انسان اپنی نگاہ اور شرمگاہ کو گناہ سے بچا سکتا ہے چنانچہ جس مرد و عورت نے نکاح کیا، گویا اس نے دین کی آدھی بھلائی حاصل کرلی، اب اسے باقی آدھے کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرنا چاہئے، یعنی حرام سے بچے اور حلال کمائی کیلئے کوشش کرے تاکہ خود بھی دوسروں پر بوجھ نہ بنے اور اپنے اہل و عیال کی بھی کفالت کرسکے اور دین کے اعتبار سے مکمل بھلائی حاصل کرسکے۔

٭٭٭٭٭٭٭

مشق

- مندرجہ ذیل حدیث کو زبانی یاد کریں اور اس کا ترجمہ وتشریح اپنی کاپیوں میں تحریر کریں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: تُنْکَحُ الْمَرْاَةُ لِاَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِیْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّیْنِ تَرِبَتْ یَدَاکَ. (مشکوۃ ص ٢٦٧)

زبان

زبان اللہ کی دی ہوئی وہ نعمت ہے جس کے ذریعے انسان اللہ کا ذکر کرتا ہے، قرآن کریم پڑھتا ہے، خیر و بھلائی کی بات دوسروں تک پہنچاتا ہے، بری باتوں سے روکتا ہے، اس کی بدولت انسان اپنے دل کی بات کو بیان کرتا ہے، اپنی تکلیف وغیرہ کا اظہار کرسکتا ہے، اس سے کاروبار اور دیگر معاملات چلاتا ہے۔

جہاں زبان کے بے شمار فوائد ہیں وہاں اس کے نقصانات بھی بے پناہ ہیں، بتیس دانتوں کے بیچ چلنے والی گوشت کی یہ دو دھاری تلوار ہر طرف کاٹ کرتی ہے اور کچل ڈالتی ہے، یہی وجہ ہے کہ صبح ہوتے ہی انسانی جسم کے تمام اعضاء زبان کے آگے ہاتھ جوڑتے ہیں کہ ہم تیرے تابع ہیں تو سیدھی رہی تو ہم سیدھے رہیں گے اور تو ٹیڑھی رہی تو ہم بھی ٹیڑھے رہیں گے۔

زبان پر قابو رکھنا دنیا و آخرت کی کامیابی کا ذریعہ ہے، زبان ہمارے پاس اللہ کی امانت ہے، ضروری ہے کہ اُسی کی رضا کے مطابق اسے استعمال کریں، اِس سے انسان جنت بھی کما سکتا ہے اور جہنم بھی، جو بھی بات زبان سے نکلتی ہے اللہ کے ہاں اس کی جوابدہی ہوگی، انسان جو بھی بات کرتا ہے ایک فرشتہ اُسے درج کرلیتا ہے مَا یَلۡفِظُ مِنۡ قَوۡلٍ اِلَّا لَدَیۡهِ رَقِیۡبٌ عَتِیۡدٌ ۔

زبان کو ہمیشہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذکر سے تر رکھیں، سچ بولنے کا اہتمام کریں، اس کے ذریعہ خیر و بھلائی کی تلقین کریں، جھوٹ، غیبت، چغلخوری، گالی گلوچ، تہمت وغیرہ سے بچیں، جھوٹا وعدہ نہ کریں، کسی کی نقلیں نہ اتاریں، کسی کا مذاق نہ اڑائیں، کسی پر طنز نہ کریں، فقرے نہ کسیں، کسی کو ذلت کے نام سے نہ پکاریں، اپنی بڑائی نہ جتلائیں، بات بات پر قسمیں نہ کھائیں، بے جا خوشامد اور چاپلوسی نہ کریں، پہلے سوچیں پھر بولیں، گفتگو میں بڑوں کے احترام اور بچوں پر شفقت کا لحاظ رکھیں۔

حدیث:

عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِاللهِ الثَّقَفِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ مَاأَخْوَفُ مَاتَخَافُ عَلَيَّ؟ قَالَ: فَأَخَذَ بِلِسَانِ نَفْسِهِ وَقَالَ: "هٰذَا". (مشکوۃ ص ۴۱۳)

ترجمہ: ......حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میرے بارے میں آپ کو کس چیز کا زیادہ ڈر ہے؟ آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر فرمایا: اس کا۔

تشریح: زبان دل کی ترجمان اور خلیفہ ہے، دل جو کچھ سوچتا ہے زبان اس کو بیان کرتی ہے اور دیگر اعضاء اس کے تابع ہو کر اس پر عمل کرتے ہیں۔

احادیث میں اس بات پر زیادہ زور دیا گیا ہے کہ انسان زبان کو قابو میں رکھے، خیر و بھلائی کی بات کر سکتا ہو تو کرے ورنہ خاموش رہے، مذکورہ حدیث میں اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ زبان بہت ساری برائیوں کی جڑ ہے، انسان کو سب سے زیادہ ڈر اس کے بارے میں ہونا چاہئے اور اس کی خوب حفاظت کرنی چاہئے، اگر صحیح طرح سے زبان کی نگہداشت نہ ہو تو یہ ہلاکت میں ڈال دیتی ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡

مشق

- مندرجہ ذیل حدیث کو زبانی یاد کریں اور اس کا ترجمہ و تشریح اپنی کاپیوں میں تحریر کریں۔

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ لَقِيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: مَاالنَّجَاةُ؟ فَقَالَ: اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ. (مشکوۃ ص ۴۱۳)

ذِکر

اللہ کا ذِکر اس کے تقرب کے حصول کا ایک آسان اور عمدہ طریقہ ہے، جس مسلمان کی زبان ہمہ وقت اللہ کی یاد سے تر اور اس کا دل اللہ کی عظمت اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں غور وفکر میں مشغول ہو وہ اللہ تعالیٰ سے قریب سے قریب تر ہوتا چلا جائے گا، اللہ کی رحمت اسے اپنی آغوش میں لے لے گی، اسے فرشتوں کی صحبت اور مصافحہ کی سعادت حاصل ہوگی، شیطان پیچھے ہٹے گا، اللہ کی معیت اور مدد میسّر ہوگی، قلبی سکون وراحت اور اطمینان حاصل ہوگا جس کی تلاش میں انسان ہر وقت رہتا ہے، دل سے غفلت کے پردے ہٹیں گے، عذاب سے نجات حاصل ہوگی، حدیث میں ہے: جن گھروں میں اللہ کا ذِکر ہوتا ہے وہ آسمان والوں (فرشتوں) کو ایسے چمکدار دکھائی دیتے ہیں جیسے زمین والوں کو ستارے۔

اللہ کا ذِکر کرنے والا خشک درخت میں سرسبز ٹہنی اور اندھیرے گھر میں روشن چراغ کی مانند ہے، جو مجلس اللہ کی یاد سے خالی ہو وہ قیامت کے دن حسرت وندامت کا باعث بنے گی۔

یہ وہ مبارک عمل ہے جس کی توفیق مانگنے کی باقاعدہ ترغیب دی گئی ہے، حدیث شریف میں ہے کہ: آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اے معاذ! بخدا میں تجھ سے محبت کرتا ہوں، اور فرمایا کہ تجھے وصیت کرتا ہوں کہ ان کلمات: اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ کو ہر فرض نماز کے بعد ہرگز نہ چھوڑنا۔

ذِکر کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کے دل پر ہر لمحہ، ہر گھڑی یہ بات نقش ہو کہ اس نے جو کیا یا کہا اسے اللہ نے دیکھ لیا اور سن لیا، وہ اپنے رب سے کسی وقت بھی غافل نہ رہے، تمام امور میں اپنے مالکِ حقیقی کے احکام کو سامنے رکھے اور خلوص سے بندگی کا حق ادا کرے، آپ ﷺ سے صبح وشام اور دیگر اوقات کی بہت سی دعائیں اور اذکار منقول ہیں جن کی تفصیل احادیث کی کتابوں میں مذکور ہے۔

حدیث:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلشَّیْطَانُ جَاثِمٌ عَلٰی قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ فَاِذَا ذَکَرَ اللّٰہَ خَنَسَ وَاِذَا غَفَلَ وَسْوَسَ. (مشکوۃ ص ۱۹۹)

ترجمہ :......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ شیطان انسان کے دل سے چپکا رہتا ہے، جب وہ اللہ کو یاد کرتا ہے تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب بندہ غافل ہوتا ہے تو وہ وسوسے ڈالتا رہتا ہے۔

تشریح : شیطان ہمہ وقت ہر طرف سے انسان کے درپے ہے اور اس کو کسی نہ کسی طرح بہکانے کی کوشش کرتا ہے، اس کے وسوسوں سے بچنے اور اس پر غلبہ پانے کے لئے نبی کریم ﷺ نے جس اسلحے کی نشاندہی کی ہے وہ اللہ کا ذِکر ہے جو شیطان کو انسانی قلب سے دور بھگاتا ہے جبکہ غفلت کی صورت میں وہ پھر لوٹ کر اس کے دل پر قبضہ جماتا ہے اور اپنی مرضی سے اسے گمراہی والی راہ پر لگاتا رہتا ہے۔

٭٭٭٭٭٭٭

مشق

- مندرجہ ذیل حدیث کو زبانی یاد کریں اور اس کا ترجمہ وتشریح اپنی کاپیوں میں تحریر کریں۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا جَلَسَ مَجْلِسًا اَوْ صَلّٰی تَکَلَّمَ بِکَلِمَاتٍ فَسَأَلْتُہٗ عَنِ الْکَلِمَاتِ، فَقَالَ: اِنْ تُکُلِّمَ بِخَیْرٍ کَانَ طَابِعًا عَلَیْہِنَّ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَاِنْ تُکُلِّمَ بِشَرٍّ کَانَ کَفَّارَةً لَہٗ: سُبْحَانَکَ اللّٰہُمَّ وَبِحَمْدِکَ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ.

(مشکوۃ ص ۲۱٦)

وضع قطع

زندگی کا کوئی بھی شعبہ اسلامی تعلیمات سے خالی نہیں، وضع قطع اور لباس بھی زندگی کا ایک اہم حصہ ہے، قرآن وسنت نے اس کے بارے میں تفصیلی ہدایات دی ہیں، انسانی وضع قطع اور لباس کا اُس کی زندگی اور اخلاق وکردار پر بڑا اثر پڑتا ہے، یہ کہنا کہ ظاہری وضع قطع اور لباس میں کیا رکھا ہے! دل صاف ہونا چاہئے سراسر اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے اور شیطانی دھوکہ ہے، دین کے احکام ظاہر و باطن سب پر لاگو ہوتے ہیں، ارشاد خداوندی ہے وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ اسلام نے شکل وصورت، لباس اور نشست و برخاست تک کے بارے میں یہ اصول مقرر کیا ہے کہ ان چیزوں میں بھی اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی پیروی کی جائے، کفار اور فاسقوں کی مشابہت سے احتراز کیا جائے مثلاً ٹائی عیسائیوں کا مذہبی شعار ہے مسلمان کیلئے اس کا استعمال نہ صرف ممنوع بلکہ اسلامی غیرت وحمیت کے بھی خلاف ہے، اسی طرح ڈاڑھی منڈانے، ایک مشت سے کم کترانے اور مونچھیں بڑھانے کی سخت ممانعت کی گئی ہے، شریعت نے مرد وعورت دونو ں کیلئے ایک دوسرے کے ساتھ وضع قطع اور لباس میں مشابہت کو ناجائز اور موجب لعنت قرار دیا ہے، مردوں کیلئے ریشمی لباس اور سونے چاندی کا استعمال ناجائز ہے، البتہ ساڑھے چار ماشہ تک چاندی کی انگوٹھی کی گنجائش ہے، لباس میں اسراف اور دکھلاوا منع ہے۔

مرد کیلئے شلوار کو ٹخنوں سے نیچے رکھنے پر سخت وعید آئی ہے اور اسی طرح مرد کیلئے گھٹنوں سے لیکر ناف تک کا حصہ چھپانا فرض ہے جبکہ عورت کیلئے چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ باقی اعضاء کو ڈھانکنا ضروری ہے، باہر نکلنا ہو تو ہاتھوں اور چہرے کو بھی ڈھانپے رکھے، باریک لباس پہننے والی عورت کو حدیث میں برہنہ کہا گیا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھتیجی حضرت حفصہ بنت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما باریک چادر اوڑھ کر ان کے سامنے آئیں تو انہوں نے تنبیہاً وہ چادر پھاڑ کر انہیں موٹی اوڑھنی پہنائی۔

الغرض اسلام نے جس طرح زندگی کے دوسرے شعبوں میں رہنمائی کی ہے اسی طرح وضع قطع اور لباس کی بھی حدود مقرر کی ہیں جن کی رعایت کرنے سے نہ صرف انسان کا اسلامی تشخص برقرار رہے گا بلکہ اسے اللہ اور اس کے رسول سے محبت کے دعوے میں بھی سچا سمجھا جائیگا۔

حدیث:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ. (مشکوۃ ص ۳۷۵)

ترجمہ:...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا اس کا شمار اسی قوم میں ہوگا۔

تشریح: جو شخص غیر مسلموں اور فساق وفجار کی مشابہت اختیار کرے گا اور ان کے طور طریقوں پر چلے گا تو وہ بدبختی، برائی اور گناہ کے اعتبار سے انہی جیسا شمار ہوگا، اسی طرح اگر کوئی شخص علماء وصلحاء کے نمونے پر اپنے آپ کو ڈھالے گا، انہی جیسے اطوار وکردار کو اپنا شعار بنائے گا، انہی جیسی وضع قطع اور لباس اپنائے گا اور انہی جیسے اعمال کرے گا تو وہ بھلائی اور سعادت کے لحاظ سے ان اچھے لوگوں کے زمرے میں شامل ہوگا۔

اس ارشاد گرامی کے الفاظ نہایت جامع اور ہمہ گیر ہیں جن کے دائرے میں بہت سی چیزیں آتی ہیں یعنی مشابہت خواہ اخلاق واطوار میں ہو یا افعال وکردار میں ہو، یا لباس اور رہن سہن میں ہو یا پھر بول چال میں ہو سب کا یہی حکم ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

☆☆☆☆☆☆☆

مشق

- مندرجہ ذیل حدیث کو زبانی یاد کریں اور اس کا ترجمہ وتشریح اپنی کاپیوں میں تحریر کریں۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ، اَوْفِرُوا اللُّحٰى وَاَحْفُوا الشَّوَارِبَ. (مشکوۃ ص ۳۸۰)

ظلم

ظلم ایک بہت بری خصلت ہے، یوں تو ہر وہ کام جو اس کے محل و مقام سے ہٹ کر کیا جائے ظلم کہلاتا ہے، مگر شریعت میں اللہ تعالیٰ کے احکام اور بندوں کے حقوق میں کوتاہی اور بے جا ناانصافی کو ظلم کہا جاتا ہے، قران کریم نے ظلم کے مختلف پہلوؤں کو بیان فرما کر مسلمانوں کو اس سے باز رہنے کی تاکید فرمائی ہے، اگر کوئی شخص حق تعالیٰ کی یکتائی میں مخلوق میں سے کسی کو شریک ٹھہرانے کا عقیدہ رکھے تو یہ بہت بڑا اور ناقابل معافی ظلم ہے۔ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ.

اپنی جانب سے گھڑی ہوئی باتوں کو اللہ کی طرف منسوب کرنے والوں کو قرآن میں جگہ جگہ اظلم (سب سے بڑا ظالم) کہا گیا ہے، وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا. دین میں کمی بیشی کرنے والا اور بدعات ورسومات کو دین سے جوڑنے والا بھی ظلم کا مرتکب کہلائے گا۔

شریعت مقدسہ نے دائرہ اسلام کی حدود وقیود بیان فرمائی ہیں اور اسلامی طرز زندگی کے اصول وآداب بتلائے ہیں، ادنیٰ فرد سے لیکر فرمانروا تک جو مسلمان ان حدود سے تجاوز کرے گا اور مقررہ احکام میں جس درجہ کی نافرمانی اور روگردانی کرے گا اپنے دائرۂ اختیار کے بقدر ظلم کرنے والا کہلائے گا، تمام ایسے امور جو معاشرے میں عدم توازن اور بے اعتدالی کا سبب بنیں جیسے چوری، ڈاکہ، رشوت، سود، دھوکہ، فریب وغیرہ، غریبوں یتیموں اور بے کسوں کے ساتھ زیادتی، ان کا مال ناجائز طریقوں سے کھانا، مجرموں کا جرم بے گناہوں کے سر تھوپنا، اور میانہ روی کو چھوڑ کر افراط وتفریط سے کام لینا، یہ سب ظلم کے زمرے میں آتے ہیں۔ مظلوموں کی دادرسی کے بجائے ظالموں کی ہمنوائی اور حمایت ظلم کی ایک ایسی قسم ہے جو دولت اسلام سے محرومی کا سبب بنتی ہے۔

ظلم کی وبا سے خود کو اور اپنے مسلمان معاشرے کو کس طرح نجات دلائی جاسکتی ہے؟ اور اس دلدل سے نکلنے کی تدبیر کیا ہوسکتی ہے؟ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے سرسری جائزہ سے اس کا علاج اور تدارک یہ معلوم ہوتا ہے، کہ تمام لوگ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی خوب رعایت رکھیں اور خیر خواہی وہمدردی میں ایک دوسرے سے سبقت لے جائیں۔

حدیث:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ. (مشکوۃ ص ٤٣٤)

ترجمہ:...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظلم قیامت کے دن اندھیروں کی شکل میں ہوگا۔

تشریح: جس طرح انسان کا عمل صالح قیامت کے دن نور کی شکل اختیار کر کے اس کے آگے آگے ہوگا یَسْعٰی نُوْرُهُمْ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ اسی طرح اس کا ظلم بھی روز قیامت ظلمت کا روپ دھارے گا، میدان حشر میں تاریکیاں اس کو ہر طرف سے گھیر لیں گی اور اس نور سے بھی وہ محروم رہے گا جس کی روشنی میں مومنِ کامل اپنی منزل پائے گا۔

ظلمات سے آخرت کی وہ سختیاں اور عذاب مراد ہیں جن سے قیامت کے دن واسطہ پڑے گا، قانونِ قدرت کے مضبوط ہاتھ ظالم کی گردن پر ہوں گے اور اس کو اپنے ظلم کی سخت سزا بھگتنی پڑے گی۔

✡✡✡✡✡✡✡

مشق

- مندرجہ ذیل حدیث کو زبانی یاد کریں اور اس کا ترجمہ وتشریح اپنی کاپیوں میں تحریر کریں۔

وَعَنْ اَوْسِ بْنِ شُرَحْبِیْلٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: مَنْ مَّشٰی مَعَ ظَالِمٍ لِیُقَوِّیَهٗ وَهُوَ یَعْلَمُ اَنَّهٗ ظَالِمٌ فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْاِسْلَامِ. (مشکوۃ ص ٤٣٦)

عصبیت

دنیا میں سب سے پہلے آنے والے انسان حضرت آدم علیہ السلام ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بندگی کے خاص مقاصد کی تکمیل کیلئے پیدا فرمایا پھر ان کی پسلی سے انسانیت کی ماں حضرت حوّا علیہا السلام کی تخلیق فرمائی اور ان دونوں سے بہت سارے انسان دنیا میں پھیلا دیئے۔ اولادِ آدم کا یہ سلسلہ اس قدر وسیع ہوا کہ اب وہ ایک گھرانے تک محدود نہ رہے بلکہ مختلف خاندانوں اور قبیلوں کی صورت اختیار کر گئے اور ان کی باہمی شناخت اور پہچان کی ضرورت پیش آنے لگی، زمانے کی گردش کے ساتھ ساتھ انسان ہدایت کی شمعوں سے دور ہونے لگے جس کے نتیجے میں وہ مختلف روحانی اور اخلاقی امراض کا شکار ہوئے، انہی بیماریوں میں سے ایک بیماری عصبیت ومفاخرت ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ نام ونسب اور قبیلہ وکنبہ کو اعزاز وافتخار کا نشان سمجھا جائے، جائز وناجائز اور اچھے برے کی تمیز ختم کر کے تمام معاملات میں اپنے خاندان وقبیلہ کی حمایت کا نظریہ اپنایا جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے اخلاقی امراض کی طرح اس مرض کے قلع قمع کی خوب تاکید فرمائی ہے اور متعدد وعیدوں کے ذریعے عصبیت سے باز رہنے کی تلقین فرمائی ہے اور ایسے تمام افکار ونظریات کی حوصلہ شکنی فرمائی ہے جن سے قومی، نسلی، لسانی اور گروہی تعفن اُبھر سکتا ہو۔ قرآن وحدیث میں عزت وشرافت کا مدار تقویٰ اور خشیت الٰہی کو قرار دیا گیا ہے۔

جو لوگ اپنے خاندان اور آباء واجداد پر فخر وگھمنڈ کا اظہار کرتے ہیں ان کو آپ ﷺ نے غلاظت کے کیڑے (گبریلا) سے تشبیہ دی ہے جو گندگی (لید وگوبر) میں پیدا ہوتا ہے، گندگی ہی میں رہتا ہے اور گندگی کو ناک سے اکٹھا کرنا اس کی زندگی بھر کا مشغلہ ہوتا ہے، یعنی عصبیت ومفاخرت گندگی میں مشغول رہنے کی طرح ہی معیوب اور قابل نفرت ہے۔

حضور ﷺ نے جاہلانہ تعصب، قوم پرستی اور اس کی بنیاد پر لڑنے جھگڑنے اور فخر کرنے پر نہ صرف یہ کہ ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے بلکہ ان امراض میں مبتلا افراد سے براءت کا اعلان بھی فرمایا، اس لئے ہر شخص کو اپنی سوچ، قول اور کردار کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے تاکہ وہ عصبیت کا شکار ہو کر اس وعید میں داخل نہ ہو جائے۔

حدیث:

عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَاالْعَصَبِيَّةُ ؟ قَالَ اَنْ تُعِيْنَ قَوْمَكَ عَلَى الظُّلْمِ. (مشکوۃ ص ٤١٨)

ترجمہ:...... حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ عصبیت کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ تم ظلم پر اپنی قوم وجماعت کی حمایت کرو۔

تشریح: شریعت نے عصبیت کی خوب مذمت کی ہے اوراس سے بچنے کی بہت زیادہ تاکید کی ہے، انسان کی فطرت ہے کہ محبت کا جنون اسے اندھا اور بہرا بنادیتا ہے غلبۂ محبت کی وجہ سے اسے اپنی محبوب چیز کا عیب نظر نہیں آتا جس کی بنا پر وہ اکثر وبیشتر ناحق اور باطل کا حامی اور معاون بن جاتا ہے، اسی جذبۂ محبت کی وجہ سے انسان بسااوقات اپنے خاندان وقبیلہ یا قوم وجماعت کے افراد کی بے جا حمایت اور معاونت بھی کر لیتا ہے، یہی وہ عصبیت ہے جسے شریعت نے مذموم اور ممنوع قرار دیا ہے۔

مذکورہ حدیث میں عصبیت کے یہی معنی بتلائے گئے ہیں کہ کوئی شخص ظلم کے معاملہ میں اپنی قوم وجماعت کی حمایت اور مدد کرے، اس حدیث کی رُو سے اپنی جماعت یا قوم کی ہر ایسی جدوجہد میں معاونت کرنا ناجائز ہوگا جو ظلم وزیادتی اور انتہا پسندی پر مبنی ہو، البتہ حق بات اور جائز امور میں اپنی قوم وخاندان کے کسی فرد کی حمایت، معاونت اور دادرسی کرنا نہ صرف جائز بلکہ ایک مستحسن امر ہے۔

✿✿✿✿✿✿✿

مشق

✿ مندرجہ ذیل حدیث کو زبانی یاد کریں اوراس کا ترجمہ وتشریح اپنی کاپیوں میں تحریر کریں۔

عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا اِلٰى عَصَبِيَّةٍ وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَصَبِيَّةً وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ مَّاتَ عَلٰى عَصَبِيَّةٍ . (مشکوۃ ص ٤١٨)

خیانت

اسلام نے ہمیں عبادات کے ساتھ ساتھ معاملات کے سلسلے میں بھی رہنما اصول بتلائے ہیں جن میں سے ایک اصول خیانت سے بچنا اور دیانتداری کے ساتھ کام کرنا بھی ہے، شریعت کی نظر میں خیانت بہت بڑا جرم ہے جس کی برائی قرآن وحدیث میں واضح طور پر بیان کی گئی ہے۔

عام طور پر لوگ خیانت کا معنی یہ سمجھتے ہیں کہ کسی کی رکھوائی ہوئی رقم یا کوئی اور چیز ہتھیالی جائے اور مانگنے پر واپس نہ دی جائے، بیشک یہ بھی خیانت ہے لیکن شریعت کی نگاہ میں خیانت کا مفہوم اس سے بہت وسیع ہے، اوراس کے علاوہ بھی خیانت کی کئی صورتیں ہیں، مثلاً: سچائی کا تأثر دیکر کسی سے غلط بیانی کرنے کو نبی اکرم ﷺ نے سب سے بڑی خیانت قرار دیا ہے، مجلس کی راز کی باتیں دوسرے کو بتانا بھی خیانت ہے، اسی طرح جو کام کسی کے ذمہ لگایا جائے اس کو صحیح طریقے پر انجام نہ دینا، عام مسلمانوں کے مفاد کے خلاف کوئی کام کرنا، کسی ادارے کی طرف سے مفوضہ امور کی انجام دہی میں غفلت سے کام لینا، پورا وقت نہ دینا اور پوری اجرت وصول کرنا، معلوم ہونے کے باوجود کسی کو غلط مشورہ دینا، یہ سب باتیں بھی خیانت میں داخل ہیں۔

خیانت نفاق کی علامت ہے، منافق کی نشانیاں بتلاتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو وہ خیانت کرے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن گناہوں سے پناہ مانگی ہے ان میں سے ایک خیانت بھی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ مجھے خیانت سے بچائے رکھنا کہ یہ بہت برا اندرونی ساتھی ہے، آپ ﷺ کا اس طرح دعا مانگنا دراصل امت کو اس عظیم جرم سے ڈرانا اوراس کی ہولناکی اور قباحت کی طرف متوجہ کرنے کیلئے ہے، ورنہ حضور ﷺ تو ہر قسم کے چھوٹے بڑے گناہوں سے معصوم تھے۔

جو شخص تمام معاملات میں دیانت داری سے کام لیتا ہے اور ہر قسم کی خیانت سے بچتا ہے وہ دنیا وآخرت کی سعادت حاصل کرلیتا ہے، اللہ اس سے خوش ہوتا ہے، اورلوگ بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔

حدیث:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَدِّالْاَمَا نَةَ اِلٰی مَنِ ائْتَمَنَکَ وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَکَ.

(مشکوٰۃ ص ۲۵۴)

ترجمہ:...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ جو تمہارے پاس امانت رکھوائے اس کی امانت اسے واپس لوٹاؤ اور جو تم سے خیانت کرے اس سے خیانت نہ کرو۔

تشریح: اس حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے امانت کا ایک عمومی حکم اور ضابطہ بیان فرمایا ہے، یوں تو امانت کا مفہوم بہت ہی وسیع ہے مگر اس حدیث شریف کی روشنی میں اجمالاً یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ امانت رکھوانے والا آپ پر اعتماد کرتے ہوئے آپ کے پاس کسی قسم کی امانت رکھوائے تو آپ کی ذمہ داری یہ ہے کہ آپ امانت رکھوانے والے کی چیز کو بحفاظت اسی تک پہنچائیں، یہ نہ ہو کہ اس کی چیز اس کی اجازت کے بغیر کسی اور کو دیدیں یا خود استعمال کریں، ایسا کرنا امانت داری کے خلاف اور خیانت کے حکم میں ہے، اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے مکافات اور ردعمل کے طور پر خیانت کرنے کو بھی منع فرمایا ہے یعنی اگر کوئی آپ کے ساتھ خیانت کرے تو بھی آپ اس کے ساتھ خیانت کا معاملہ نہ کریں بلکہ سامنے والے کی ہر برائی کا جواب اچھائی سے دیں تاکہ اسلام کی کریمانہ تعلیمات پر عمل دعوت اسلام کا عملی نمونہ ثابت ہو۔

مشق

- مندرجہ ذیل حدیث کو زبانی یاد کریں اور اس کا ترجمہ وتشریح اپنی کاپیوں میں تحریر کریں۔

عَنْ سُفْیَانَ بْنِ اَسَدٍ الْحَضْرَمِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: کَبُرَتْ خِیَانَةً اَنْ تُحَدِّثَ اَخَاکَ حَدِیْثًا هُوَ لَکَ بِهٖ مُصَدِّقٌ وَاَنْتَ بِهٖ کَاذِبٌ.

(مشکوٰۃ ص ۴۱۳)

فتنے

عربی لغت میں فتنہ کے ایک معنی آزمانے اور پرکھنے کے بھی ہیں، چنانچہ ہر وہ چیز فتنہ کہلاتی ہے جو انسان کی عقل اور عزائم کیلئے آزمائش کا سبب بنے اور اسے راہ حق وصداقت پر قائم نہ رہنے دے، گمراہ کن نظریات، باطل افکار اور نفسانی خواہشات سب فتنے کی صورتیں ہیں۔

ابتدائے آفرینش سے لیکر آج تک انسان مختلف آزمائشوں کی زد میں آتا رہا ہے۔ نیک بخت وہ ہے جو فتنوں سے محفوظ رہا اور اپنے دین پر قائم رہا۔ آپ ﷺ نے وقتاً فوقتاً اپنے وعظ وبیان میں فتنوں کا ذکر فرمایا اور خصوصاً قیامت کے قریب زمانے میں آنے والے حالات اور رونما ہونے والے فتنوں کو خوب اہمیت کے ساتھ بیان فرمایا، فتنوں کی کثرت اور تسلسل کے ساتھ واقع ہونے کا ذکر یوں فرمایا کہ: لوگوں کے دلوں پر اس طرح سے فتنے ایک کے بعد ایک ڈالے جائیں گے جس طرح چٹائی میں تنکے ایک کے پیچھے ایک لگائے جاتے ہیں، جو دل ان فتنوں کو قبول کرے گا وہ سیاہ ہوجائے گا اور اوندھے برتن کی مانند ایمان ومعرفت کے نور سے خالی ہوجائے گا، نفسانی خواہشات کا غلام بن جائے گا، البتہ جو دل ان فتنوں کو قبول کرنے سے انکار کرے گا وہ سنگ مرمر کی طرح سفید ہوگا، قوت والا ہوگا، کوئی بھی فتنہ اس پر اثر انداز نہیں ہوگا۔

آپ ﷺ نے فتنوں کو تاریک رات کے ٹکڑوں سے تعبیر کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آنے والے فتنوں کے بارے میں کسی کو یہ معلوم نہیں ہوسکے گا کہ وہ کب اور کیوں نمودار ہوں گے اور ان سے چھٹکارے کی راہ کیا ہوگی! مسلمانوں کے باہمی قتل وغارت کی صورت میں یہ فتنے اتنے شدید ہوں گے کہ دین وملت کا مستقبل تاریک نظر آنے لگے گا، نیک وبد کے درمیان فرق کرنا اس طرح ناممکن ہوگا جس طرح تاریک رات میں کسی کی شناخت کرنا۔ محض شکوک وشبہات کی بنا پر انسان کا خون ناحق بہایا جائے گا، لوگوں کے عقائد ونظریات، اقوال وافعال اور طور طریقوں میں جلدی جلدی تبدیلیاں رونما ہوں گی، ایک آدمی صبح کو ایمان کے نور کے ساتھ اٹھے گا تو شام ہوتے ہی کفر کے اندھیروں میں پہنچ چکا ہوگا۔ ان تبدیلیوں کا اصل سبب دنیا کی محبت ہوگی جس کے بدلے وہ اپنے دین کو بیچنے سے بھی دریغ نہیں کرے گا، نبی کریم ﷺ نے امت مسلمہ کو ایسے حالات سے آگاہ فرما کر اعمال صالحہ کی طرف متوجہ فرمایا۔

حدیث:

عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِىَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: اَشْرَفَ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اُطُمٍ مِّنْ اٰطَامِ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ هَلْ تَرَوْنَ مَا اَرٰى؟ قَالُوْا: لَا، قَالَ: فَاِنِّیْ لَاَرَى الْفِتَنَ تَقَعُ خِلَالَ بُيُوْتِكُمْ كَوَقْعِ الْمَطَرِ.

(مشکوۃ ص ٤٦٢)

ترجمہ:...... حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ کے بلند مکانات میں سے ایک بلند مکان کی چھت پر چڑھے اور فرمایا کہ کیا تم اس چیز کو دیکھ رہے ہو جس کو میں دیکھ رہا ہوں؟ صحابہ نے جواب دیا کہ نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ میں ان فتنوں کو دیکھ رہا ہوں جو تمہارے گھروں پر بارش کی طرح برس رہے ہیں۔

تشریح: اُطُم قلعہ اور بلند مکان کو کہتے ہیں۔ آپ ﷺ ایک قلعے کی چھت پر تشریف لے گئے تاکہ سب ان کی بات سن سکیں، آپ ﷺ نے امت پر آنے والے فتنوں کی پیشگوئی کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا تمہیں اس وقت کچھ نظر آ رہا ہے؟ جواب نفی میں ملا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تو فتنوں کو تمہارے گھروں میں بارش کی بوندوں کی طرح برستے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ اشارہ اس طرف تھا کہ وہ فتنے بہت ہی کثرت کے ساتھ رونما ہوں گے، آپ نے قیامت تک آنے والے فتنوں سے ڈرایا تاکہ ان سے بچنے کے طریقے اختیار کئے جائیں۔

٭٭٭٭٭٭٭

مشق

- مندرجہ ذیل حدیث کو زبانی یاد کریں اور اس کا ترجمہ وتشریح اپنی کاپیوں میں تحریر کریں۔

عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَاتَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَأْتِیَ عَلَى النَّاسِ يَوْمٌ لَايَدْرِی الْقَاتِلُ فِيْمَ قَتَلَ وَلَا الْمَقْتُوْلُ فِيْمَ قُتِلَ فَقِيْلَ كَيْفَ يَكُوْنُ ذٰلِكَ؟ قَالَ الْهَرَجُ: اَلْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِی النَّارِ. (مشکوۃ ص ٤٦٢)

قیامت

اللہ تعالیٰ جب اس عالم کو فنا کرنا چاہیں گے تو اسرافیل علیہ السلام کو حکم ہوگا، وہ صور پھونکیں گے جس کی آواز شروع میں نہایت دھیمی اور سُریلی ہوگی جو آہستہ آہستہ بڑھتی چلی جائیگی جس سے انسان، جنات، چرند، پرند سب حیرت کے عالم میں بھاگنے لگیں گے، جب آواز کی شدت اور بڑھے گی تو سب کے جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر روئی کی طرح اڑنے لگیں گے، آسمان پھٹ جائیگا، ستارے جھڑ جائیں گے، اللہ کی ذات کے علاوہ کوئی چیز باقی نہیں رہے گی، کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ اسرافیل علیہ السلام کو زندہ کر کے دوبارہ صور پھونکنے کا حکم دیگا جس سے پورا عالم ایک بار پھر وجود میں آجائیگا، مردے قبروں سے اٹھیں گے، یہی قیامت کا دن ہوگا، ہر بندے کو بارگاہ الٰہی میں پیش ہونا ہوگا، رب کے سامنے آکر ہم کلام ہونا پڑے گا، درمیان میں کوئی ترجمان نہیں ہوگا، دنیا میں کیئے ہوئے سب اعمال سامنے ہوں گے، ان کے بارے میں جوابدہی ہوگی، انسان کا ہر عمل اللہ کے علم، لوح محفوظ اور کراماً کاتبین کے رجسٹر میں محفوظ ہوگا، نیز جس طرح ٹیپ ریکارڈر انسان کی آواز کو محفوظ کر لیتا ہے اسی طرح زمین بھی انسان کے ہر قول وفعل کو ریکارڈ کر رہی ہے اور قیامت کے دن وہ سب کچھ اُگل دے گی اور گواہی دے گی کہ اس انسان نے فلاں وقت فلاں جگہ یہ کام (اچھا یا برا) کیا تھا، انسانی اعضاء و جوارح کو بھی اس دن زبان مل جائیگی جو انسان کے حق میں یا اس کے خلاف بولیں گے، اس دن نبی کریم ﷺ شفاعت فرمائیں گے، آپ ﷺ کے پیروکاروں کو یہ سعادت نصیب ہوگی، گمراہ اس سے محروم رہیں گے، اس دن ایک ترازو قائم ہوگا جس کے ذریعہ اعمال تولے جائیں گے، جبکہ جہنم کی پشت پر پل صراط قائم ہوگا جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا، ہر شخص کی رفتار اس کے اعمال کے مطابق ہوگی، قیامت کا دن دنیا کے دنوں کے اعتبار سے پچاس ہزار سال کا ہوگا، اس دن موت کو ایک دُنبے کی شکل میں لاکر ذبح کر دیا جائے گا جو اس بات کی علامت ہوگی کہ اس کے بعد کسی کو موت نہیں آئے گی، اہل جنت اور اہل جہنم سب کو ہمیشہ رہنا ہے، یہ فیصلے کا دن ہے، انجام کار جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے۔

حدیث:

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَعْرَقُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يَذْهَبَ عَرَقُهُمْ فِی الْاَرْضِ سَبْعِيْنَ ذِرَاعًا وَيُلْجِمُهُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ اٰذَانَهُمْ. (مشکوۃ ص ٤٨٣)

ترجمہ:...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگوں کو اتنا پسینہ آئیگا جو زمین کے اندر ستر گز تک چلا جائے گا اور پسینہ ان کے لئے لگام بن جائے گا یہاں تک کہ یہ پسینہ ان کے کانوں تک پہنچ جائے گا۔

تشریح: اس حدیث میں قیامت کے دن کی شدت اور ہولناکی کا بیان ہے کہ جب میدان حشر میں حساب کتاب کی ابتدا ہوگی اور نامۂ اعمال کھلنا شروع ہوں گے، لوگوں پر حیاء اور ندامت کا غلبہ ہوگا سورج کی تپش اور آگ کی لپٹیں بہت زیادہ ہوں گی، اس کی وجہ سے لوگوں کو بہت زیادہ پسینہ آئے گا جو اس قدر بہے گا کہ زمین کے اندر جذب ہوتے ہوتے ستر گز تک چلا جائے گا، پسینہ بڑھتے بڑھتے سر تک پہنچ کر لگام کی طرح ان کے منہ کو جکڑے گا جس کی بنا پر وہ بات چیت کرنے پر بھی قادر نہیں ہوسکیں گے۔

دوسری حدیث میں آیا ہے کہ لوگ اپنے اعمال کے بقدر پسینے میں شرابور ہوں گے، بعض کو ٹخنوں تک، بعض کو گھٹنوں تک اور بعض کو کمر تک پسینہ ہوگا اور بعض کیلئے ان کا پسینہ لگام بن جائے گا یعنی منہ تک ہوگا۔

۞۞۞۞۞۞۞

مشق

۞ مندرجہ ذیل حدیث کو زبانی یاد کریں اور اس کا ترجمہ وتشریح اپنی کاپیوں میں تحریر کریں۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَاَنَّهُ رَأْیُ عَيْنٍ فَلْيَقْرَأْ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَاِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ وَاِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ (مشکوۃ ص ٤٨٤)

بلغ العلى بكماله

كشف الدجى بجماله

حسنت جميع خصاله

صلوا عليه وآله

حصہ سوم

معرفتِ اسلام

قل هل يستوي الذين يعلمون والذين لا يعلمون

معرفت اسلام

حجۃ الوداع کے موقع پر جہاں آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ عرفات کے میدان میں موجود تھے، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ نوید مسرت سنائی کہ تمہارا دین ہمیشہ کیلئے مکمل کردیا گیا، تم پر ہر نعمت کو تام کردیا گیا اور ہمیشہ کیلئے اسلام کو تمہارے لئے بطور دین منتخب کردیا گیا، اب تا قیامت اگر نجات کا کوئی راستہ ہے تو وہ اسلام ہی ہے، دین اسلام ایک آفاقی اور عالمگیر مذہب ہے جس کی تعلیمات فطرت کے عین موافق اور عقل سلیم کے عین مطابق ہیں، ہر قسم کی کمی اور کجی سے پاک وصاف اس دین نے اپنے ماننے والوں کی انفرادی واجتماعی زندگی سے متعلق وہ منشور مقرر کررکھا ہے جس کے تحت زندگی گزارنا انسان کو انسانیت کی معراج پر پہنچا دیتا ہے۔

عبادات، اخلاق، معاشرت، معاملات، سیاست، حکومت، غرض کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی تکمیل اسلام کے ماتحت رہ کر نہ کی جاسکتی ہو یہی وجہ ہے کہ آج تقریباً ڈیڑھ ہزار سال گزر جانے کے بعد بھی یہ مذہب روز اول کی طرح تروتازہ ہے، اس کی تعلیمات کی جاذبیت اب بھی ویسی ہی ہے جیسے پہلے تھی لیکن اس کے باوجود ہم پستی کے شکار ہیں، جس کی اصل وجہ اور سبب مذہب اور اسکی تعلیمات سے دوری ہے، دین کی سمجھ پیدا کرنا اور اس کیلئے حتی الامکان کوشش کرنا ازحد ضروری ہے اور یہ بہت بڑی سعادت کی بات بھی ہے، حدیث میں ہے کہ: اللہ پاک جس کے ساتھ خیر وبھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

کتاب کے اس حصہ میں اسلامی تعلیمات میں سے ارکان اسلام اور سیرت طیبہ کو مختصر طور پر ذکر کیا گیا ہے تاکہ ہمارے بچوں کو بنیادی عقائد وعبادات اور سیرت طیبہ کی معرفت حاصل ہو اور اس طرح وہ زندگی گزارنے کا وہ طریقہ سیکھ سکیں جو اللہ کے ہاں پسندیدہ ہے۔

معرفت الٰہی

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

جو بھی انسان دل کی تصدیق کے ساتھ یہ کلمہ پڑھتا ہے وہ اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود حقیقی ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

یوں تو اللہ کے وجود پر بہت سی قومیں ایمان رکھتی ہیں، لیکن دین اسلام ہمیں اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ ہم اللہ کو ایک مان کر کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں، یہ عقیدہ رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے وحدہ لاشریک ہے، جو شخص کسی کو بھی اللہ کے ساتھ شریک قرار دیتا ہے وہ مشرک کہلاتا ہے۔

ذات کے اعتبار سے اللہ کے یکتا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس پوری کائنات کا خالق و مالک ایک ہی ہے جس نے اس ساری کائنات کا نظام سنبھالا ہوا ہے، اس کے ساتھ کوئی دوسرا معبود اور خدا ہونے میں شریک نہیں۔

صفات کے اعتبار سے یکتا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جتنی اور جیسی صفات ہیں ان میں سے کوئی بھی صفت کائنات کے کسی فرد میں اُس طرح نہیں پائی جاتی، جیسی اللہ تعالیٰ میں پائی جاتی ہے اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ نے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ میں بیان فرمایا۔

قرآن اور حدیث میں سب سے زیادہ جس مضمون کو بیان کیا گیا ہے وہ توحید کا مضمون ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں مختلف انداز واسلوب سے اپنی وحدانیت کے بے شمار عقلی ونقلی دلائل بیان فرمائے ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ○

ترجمہ:- آپ کہہ دیجئے کہ وہ اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے۔

یعنی معبود بننے کے لائق وہ ہوسکتا ہے جو محتاجی سے پاک ہو، ہر ایک سے بے نیاز ہو اور ایسی ذات صرف ایک اللہ ہی کی ہے، لوگ جن بتوں کو خدا کے ساتھ شریک کرتے ہیں وہ بت خود ان کے محتاج ہیں، اس لئے کہ اگر انسان ان کو نہ بناتا تو وہ وجود میں نہ آتے، تو جو چیز اپنے وجود میں دوسرے کی محتاج

ہو وہ معبود کیسے بن سکتی ہے!

اسی طرح جو شخص اللہ کے ساتھ کسی انسان کو شریک ٹھہراتا ہے وہ بھی سراسر غلطی پر ہے اس لئے کہ انسان تو سرتاپا محتاج ہی محتاج ہے وہ کیسے معبود بن سکتا ہے!

معبود کیلئے لازمی اور ضروری ہے کہ وہ قادر مطلق ہو، جو چاہے وہ کر سکے، کسی کے دباؤ اور زور سے مجبور نہ ہو، جب سے یہ کائنات بنی ہے اس وقت سے آج تک ہزاروں سال گذر گئے، مگر اس کے نظام میں کوئی گڑبڑ پیدا نہیں ہوئی، سورج، چاند اور ستاروں کا طلوع وغروب ہونا، بادلوں اور بارشوں کا برسنا، ہواؤں کا چلنا، رات اور دن کی تبدیلی، یہ سارے نظام بالکل ٹھیک ایک ہی انداز سے چل رہے ہیں، ان میں آج تک کوئی تغیر وتبدل نہیں آیا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کائنات کا چلانے والا ایک اللہ ہے، جو ایسا قادر مطلق ہے کہ اس کے آگے کسی کی کوئی مجال نہیں، اگر اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا قادر مطلق ہوتا تو لازماً اس کائنات میں فساد برپا ہوتا، جبکہ ایسا نہ ہوا، معلوم ہوا کہ اس کائنات کا چلانے والا اکیلا اللہ ہی ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:

لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا

توحید کی ضد شرک ہے اسکی قباحت بھی جاننا ضروری ہے، اس لئے کہ کسی چیز کی حقیقت اسی وقت معلوم ہوتی ہے جب اس کی ضد کا بھی علم ہو۔

شرک ایک ایسا گناہ ہے جو کبھی بھی بغیر توبہ کے معاف نہیں کیا جائے گا، مشرک چاہے کتنے ہی نیک اعمال کر لے، کتنے ہی رفاہی اور فلاحی کام سرانجام دے، اس کا کوئی عمل آخرت میں اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا، اللہ پاک مشرک کو ہرگز معاف نہیں کرے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ

ایک مسلمان کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ جس طرح وہ اپنی ذات میں یکتا ہے، اسی طرح وہ اپنی صفات میں بھی یکتا ہے، وہ ہر جگہ موجود ہے، دلوں کے بھید جانتا ہے، ہر ایک کو دیکھ رہا ہے، کائنات کی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں، وہی خالق ورازق ہے اور وہی مالک وقادر ہے، اسی سے مدد طلب کی جاتی ہے اور اسی کو پکارا جاتا ہے، عبادت کے لائق بھی وہی ہے۔

ان صفات کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی اور بھی بہت سی صفات ہیں، جن میں سے بعض کا علم اسماءِ حسنیٰ سے ہوتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِھَا

حدیث میں ہے کہ: اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، جو ان کو محفوظ کرے (یاد کر کے پڑھتا رہے) وہ جنت میں داخل ہوگا

وہ نام یہ ہیں:

ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ

اَلرَّحْمٰنُ	اَلرَّحِیْمُ	اَلْمَلِکُ	اَلْقُدُّوْسُ	اَلسَّلَامُ	اَلْمُؤْمِنُ	اَلْمُهَیْمِنُ	اَلْعَزِیْزُ	اَلْجَبَّارُ
اَلْمُتَکَبِّرُ	اَلْخَالِقُ	اَلْبَارِئُ	اَلْمُصَوِّرُ	اَلْغَفَّارُ	اَلْقَهَّارُ	اَلْوَهَّابُ	اَلرَّزَّاقُ	اَلْفَتَّاحُ
اَلْعَلِیْمُ	اَلْقَابِضُ	اَلْبَاسِطُ	اَلْخَافِضُ	اَلرَّافِعُ	اَلْمُعِزُّ	اَلْمُذِلُّ	اَلسَّمِیْعُ	اَلْبَصِیْرُ
اَلْحَکَمُ	اَلْعَدْلُ	اَللَّطِیْفُ	اَلْخَبِیْرُ	اَلْحَلِیْمُ	اَلْعَظِیْمُ	اَلْغَفُوْرُ	اَلشَّکُوْرُ	اَلْعَلِیُّ
اَلْکَبِیْرُ	اَلْحَفِیْظُ	اَلْمُقِیْتُ	اَلْحَسِیْبُ	اَلْجَلِیْلُ	اَلْکَرِیْمُ	اَلرَّقِیْبُ	اَلْمُجِیْبُ	اَلْوَاسِعُ
اَلْحَکِیْمُ	اَلْوَدُوْدُ	اَلْمَجِیْدُ	اَلْبَاعِثُ	اَلشَّهِیْدُ	اَلْحَقُّ	اَلْوَکِیْلُ	اَلْقَوِیُّ	اَلْمَتِیْنُ
اَلْوَلِیُّ	اَلْحَمِیْدُ	اَلْمُحْصِی	اَلْمُبْدِئُ	اَلْمُعِیْدُ	اَلْمُحْیِیْ	اَلْمُمِیْتُ	اَلْحَیُّ	اَلْقَیُّوْمُ
اَلْوَاجِدُ	اَلْمَاجِدُ	اَلْوَاحِدُ	اَلْاَحَدُ	اَلصَّمَدُ	اَلْقَادِرُ	اَلْمُقْتَدِرُ	اَلْمُقَدِّمُ	اَلْمُؤَخِّرُ
اَلْاَوَّلُ	اَلْاٰخِرُ	اَلظَّاهِرُ	اَلْبَاطِنُ	اَلْوَالِی	اَلْمُتَعَالِی	اَلْبَرُّ	اَلتَّوَّابُ	اَلْمُنْتَقِمُ
اَلْعَفُوُّ	اَلرَّءُوْفُ	مَالِکُ الْمُلْکِ	ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ	اَلْمُقْسِطُ	اَلْجَامِعُ	اَلْغَنِیُّ	اَلْمُغْنِی	اَلْمَانِعُ
اَلضَّارُّ	اَلنَّافِعُ	اَلنُّوْرُ	اَلْهَادِی	اَلْبَدِیْعُ	اَلْبَاقِی	اَلْوَارِثُ	اَلرَّشِیْدُ	اَلصَّبُوْرُ

حمدِ باری تعالیٰ

کلیاں چٹک چٹک کر، لیتی ہیں نام تیرا　ٹھنڈی ہوا کے جھونکے، لائے پیام تیرا
پھولوں بھرے چمن میں، چڑیاں چہک چہک کر　کرتی ہیں حمد تیری، لیتی ہیں نام تیرا
برسا رہی ہے شبنم، پیہم شراب جلوہ　ہر پھول جھومتا ہے، پی پی کے جام تیرا
انداز کہہ رہے ہیں، بے ساختہ ہنسی کے　شبنم سنا رہی ہے، گل کو پیام تیرا
مرکز پہ اپنے قائم، ہیں مہر و ماہ و انجم　اپنی جگہ اٹل ہے، ہر اک نظام تیرا
بے وجہ خم نہیں ہے، خورشید کی شعائیں　جھک جھک کے کر رہی ہیں، یہ احترام تیرا

تکبیر کی صدائیں، گونجی ہوئی ہیں ہر سُو
توحید کا ہے نغمہ، عبرتؔ کلام تیرا

(عبرت صدیقی)

نبوت و رسالت

دنیا قائم کرنے سے قبل اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا تھا کہ میں زمین میں اپنا ایک خلیفہ بنا رہا ہوں، یہ نیابت و خلافت انسان کے حصے میں آئی، اللہ تعالیٰ نے اسی سلسلۂ نیابت کو چلانے اور اپنا پیغام بندوں تک پہنچانے کے لئے رسالت و نبوت کا منصب مقرر فرمایا، اس ذمہ داری کے حاملین انبیاء و رسل کہلائے جنہیں اللہ نے اپنے سفیر کی حیثیت سے اس دنیا میں مبعوث فرمایا، ان مبارک ہستیوں نے انسانوں کو ان کے پروردگار کے احکام بتلائے، اس کے عذاب و گرفت سے ڈرایا، اس کی اطاعت و فرمانبرداری کی راہ پر لانے کے لیے ہر ممکن کوشش کی تا کہ بندوں کا رابطہ اپنے خالق و معبود سے قائم رہے، اس کے ساتھ ساتھ یہ انبیاء اور رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ روحانی قوتوں کی برکت سے لوگوں کے امراضِ باطنہ کو دور فرماتے رہے، زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی کرتے رہے اور ان کو وہ آداب اور طریقے سکھاتے رہے جن کو اختیار کرنے سے دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں کو حقیقت اور سراب کا فرق سمجھایا، اپنی عقل کی وجہ سے انسان نے جن چیزوں کو اچھا یا برا سمجھ رکھا تھا ان کی حقیقت کو واضح کیا، لوگوں کو ان کی حقیقی منزل اور ٹھکانا دکھایا، نیز ابدی زندگی کی راحتوں کے حصول کیلئے اس فانی دنیا میں صبر کے دامن کو تھامنا سکھایا، انہوں نے اپنی مثالی محنت، عزم و حوصلہ اور اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت سے تمام عالم سے شرک و کفر کے اندھیروں کی دبیز تہوں کو چاک فرمایا اور نورِ ایمانی کی پیہم شعاعوں سے لوگوں کو رشد و ہدایت کی روشن صبح عطا فرمائی، اس سلسلۂ نبوت کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی اور اس کے بعد پے در پے تقریباً سوا لاکھ انبیاء کرام علیہم السلام اس دنیا میں تشریف لائے جن میں سے کئی انبیاء کا ذکر قرآن میں بھی مذکور ہے اور سترہویں پارے میں سورۃ الانبیاء کے نام سے مستقل ایک سورت بھی موجود ہے۔

نبوت کی یہ عالیشان عمارت حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ ﷺ کی بعثت سے پایۂ تکمیل کو پہنچی، آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: میری اور دیگر انبیاء کی مثال اس محل جیسی ہے جس کی عمارت بہت عمدہ ہو مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہو، جب دیکھنے والے اس کے گرد گھومیں تو عمارت کی شان و شوکت انہیں حیرت میں ڈال دے مگر ایک اینٹ کے بقدر خالی جگہ کو دیکھ کر انہیں سخت تعجب ہو، پس میں اس اینٹ کی جگہ کو بھرنے والا ہوں، اس عمارت کی تکمیل میری ذات سے ہے اور انبیاء کے سلسلہ کا اختتام مجھ پر ہو گیا ہے۔

رسول اکرم ﷺ

ولادت: ہمارے پیغمبر کا نام محمد ﷺ ہے، آپ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نبی آنے والا نہیں۔ حضرت محمد ﷺ کی ولادت باسعادت مکہ مکرمہ کی مبارک سرزمین پر پیر کے دن ربیع الاول کے مہینے میں ہوئی، یہ ۵۷۱ عیسوی تھا۔

پرورش: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد بزرگوار کا نام عبداللہ اور والدہ ماجدہ کا نام بی بی آمنہ تھا، والد کا انتقال آپ ﷺ کی ولادت سے پہلے ہی ہو گیا تھا اور آپ ﷺ تقریباً چھ سال کے تھے کہ والدہ کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا، پھر دو سال تک آپ ﷺ کی پرورش آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب نے کی اور ان کی وفات کے بعد اپنے چچا ابوطالب کی پرورش میں رہے۔

بعثت سے قبل: بعثت سے قبل اور اس کے بعد ہجرت تک آپ ﷺ کا واسطہ جس معاشرے سے رہا وہاں کفر وشرک، فسق وفجور، ظلم وزیادتی قتل وغارت اور ضلالت وگمراہی کی تاریکیاں چھائی ہوئی تھیں، پوری انسانیت تباہی وبربادی کے راستے پر تیزی سے گامزن تھی اور آگ کے گڑھے کے کنارے پر پہنچ چکی تھی، اپنے خالق ومالک کو بھول چکی تھی، اپنے مستقبل اور انجام سے بے پروا یہ لوگ تعلیماتِ ابراہیمی کو یکسر فراموش کر کے بت پرستی کو اپنا وتیرہ بنائے ہوئے تھے، خالص اللہ کی عبادت کیلئے تعمیر شدہ گھر (بیت اللہ شریف) میں تین سو ساٹھ بتوں کو نصب کر کے اس کی حرمت پامال کی جارہی تھی، ان گھُپ اندھیروں میں جہاں ہدایت کی کرن کا گزر تک بھی نہ تھا، اللہ کی حکمت ومشیت کے فیصلے کے مطابق انسانیت کی ہدایت ونجات کیلئے آپ ﷺ جزیرۂ عرب کے اُفق پر ہدایت کے سورج بن کر نمودار ہوئے جو تہذیب وتمدن کے اعتبار سے دنیا کا تاریک ترین خطہ تھا جہاں اس تیز روشنی کی سب سے زیادہ ضرورت تھی تاکہ خالق ومخلوق کے درمیان حائل کفر وشرک کے تمام پردے چاک ہو جائیں، مخلوق کا خالق سے ربط وتعلق براہ راست استوار ہو جائے اور انسانیت شرفِ انسانی کا حقیقی اعزاز حاصل کر سکے۔

وحی: چالیس سال کی عمر میں آپ ﷺ کو نبوت عطا ہوئی، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حراء میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف تھے، حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی لے کر آئے

اور سورۂ علق کی ابتدائی آیتیں پڑھ کر سنائیں:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ ○ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ○

تبلیغ: نبوت ملنے کے بعد آپ ﷺ نے اسلام کی تبلیغ شروع فرمائی، تقریباً تین سال تک اپنے رشتہ داروں اور دوستوں میں دعوت دین کی جدوجہد فرماتے رہے اوراس کے بعد ایک دن صفا نامی پہاڑی پر کھڑے ہوکراعلانیہ طور پر عام لوگوں کواسلام کی دعوت دی۔

تعلیم: اسلام کی دعوت کی بنا پر پوری قوم آپ کی دشمن ہوگئی ، لیکن آپ ﷺ نے اپنی محنت جاری رکھی اوررفتہ رفتہ لوگ آپ ﷺ پر ایمان لانے لگے ، آپ ﷺ نے ان ایمان لانے والوں کیلئے اپنے ایک صحابی حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کے گھر میں اصلاح وتربیت اور تعلیم وتعلم کا انتظام فرمایا۔

ہجرت: مشرکین مکہ کے مظالم جب حد سے بڑھ گئے تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی، مدینہ طیبہ پہنچنے پر وہاں کے چھوٹے بڑوں نے جوش وخروش سے آپ ﷺ کا استقبال کیااور بچیوں نے خوشی کا اظہاران اشعار سے کیا۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاع

وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا مَادَعَا لِلّٰہِ دَاع

اَیُّھَا الْمَبْعُوثُ فِیْنَا جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاع

اب مسلمانوں کی تعداد میں اچھا خاصا اضافہ ہوا،لوگ خوب دین اسلام میں داخل ہونے لگےاور مدینہ منورہ کے علاوہ مختلف اطراف سے بھی لوگ آ کر مسلمان ہونے لگے۔

جہاد: جب مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی اوران کی قوت مستحکم ہوگئی تو آپ ﷺ اور مسلمانوں کواللہ تعالیٰ نے کافروں سے جہاد کی اجازت دے دی،آپ ﷺ کی مدنی زندگی کے تقریباً دس سال جہاد میں گزرے آپ نے ستائیس(۲۷) غزوات میں خودشرکت فرمائی، اسکے علاوہ بہت ساری ایسی جنگیں ہوئیں جن میں آپ ﷺ بنفس نفیس شریک نہ ہوسکے البتہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی کوسپہ سالار بناکر جنگ کیلئے روانہ فرمایا اور یوں اللہ تعالیٰ کی نصرت اور جہاد کی برکت سے تقریباً پورے جزیرۂ عرب میں اسلام کا غلبہ ہوگیا۔

مقاصد بعثت کی تکمیل: آپ ﷺ نے نصرت خداوندی اور اپنی پیہم کاوشوں سے ہر فرد کو اس کے بنیادی حقوق عطا فرمائے، انفرادی واجتماعی زندگی کے اصول مرتب فرمائے، نظم وضبط اور باہمی خیر خواہی کی تلقین فرمائی، تزکیۂ قلوب کے ساتھ ساتھ عقائد واعمال کی بھی اصلاح فرمائی، جہاد کی برکت سے فتوحات کا آغاز فرمایا اور بین الاقوامی سیاست وسیادت کے بنیادی اصول اپنی حیات ہی میں فراہم فرمائے، یہاں تک کہ عرب وعجم کے فاصلے سمٹ کر ایک امت مسلمہ کی صورت میں ظاہر ہوئے، بکھری ہوئی قومیں اور قبائل ایک ہو گئے، انسان دوبارہ خدا کی بندگی کی طرف لوٹنے لگے، اور کعبۃ اللہ کو دوبارہ اس کی مرکزیت نصیب ہوئی۔

غرض آپ ﷺ کی دعوت کے نتیجہ میں اسلامی وحدت اور اجتماعی عدل وجود میں آ گیا، بنی نوع انسان کو دنیاوی مسائل اور اخروی معاملات میں سعادت کی راہ مل گئی، سوچنے سمجھنے کا انداز تبدیل ہو گیا، اور زمانے کا قبلہ درست ہو گیا، یہ ایک ایسا عظیم اور تاریخ ساز انقلاب تھا جس نے دنیا کو اسلام کے نور سے منور کر دیا اور رہتی دنیا تک آپ ﷺ کی رفعت وعظمت کا نقش ثابت کر دیا۔

حجۃ الوداع: ۱۰ھ میں آپ ﷺ ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ساتھ لیکر حج کیلئے تشریف لے گئے، اس موقع پر میدان عرفات میں آپ ﷺ نے ایک تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ ﷺ نے انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے احکام بیان فرمائے اور آخر میں اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر فرمایا کہ: کیا میں نے پیغام پہنچا دیا! کیا میں نے پیغام پہنچا دیا! پھر فرمایا: جو موجود ہیں وہ غیر موجود لوگوں تک یہ پیغام پہنچا دیں۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے لوگوں کے سامنے کچھ الوداعی کلمات بھی ارشاد فرمائے، اس حج کو حجۃ الوداع کہا جاتا ہے۔

رحلت: حجۃ الوداع کے بعد آپ ﷺ سے ایسی باتیں ظاہر ہوئیں جن سے اشارہ ملتا تھا کہ آپ ﷺ عنقریب اپنے ساتھیوں سے جدا ہونے والے ہیں، انہی ایام میں آپ ﷺ نے منبر پر فرمایا کہ: میں آگے جانے والا ہوں اور تم پر گواہ ہوں، اب تم سے ملاقات حوض (کوثر) پر ہوگی۔ چند دن کی علالت کے بعد ربیع الاول ۱۱ھ بروز پیر آپ ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے، رحلت کے وقت آپ ﷺ کی عمر تریسٹھ سال تھی۔

شانِ حبیب کبریا ﷺ

عرب کے خارزاروں میں، چمن بن کر گلاب آیا
خلیل اللہ نے مانگی دعا، رب کا جواب آیا

مسلسل نور نکلا آمنہ کے جسم سے پھیلا
حقیقت ڈھل گئی سانچے میں جب امّی کو خواب آیا

جہالت چھاگئی تھی ہر طرف افکارِ عالم پر
شبِ ظلمت کی قسمت جاگ اٹھی اک آفتاب آیا

غرور تاج کسریٰ دب گیا صحرائے فارس میں
ہوا قیصر زبوں صدمے سے اس کو پیچ وتاب آیا

محمد مصطفیٰ سے پہلے ہر سُو خستہ حالی تھی
گھٹا سے نور برسا رحمتِ حق کا سحاب آیا

مزاجِ دہر پہ چھائے تھے گہرے غم کے اندھیرے
کھلاروئے زمیں تاحشر اقرأ کا خطاب آیا

نصاریٰ دور تھے توحید سے تثلیث میں سب گم
مئے توحید کی رنگینیوں میں پھر شباب آیا

شہد کو چھوڑ کر حنظل لیا اور حق سے منہ موڑا
حُنین و بدر میں کفار پر سیلِ عذاب آیا

زمیں کا ذکر کیا ہے آسماں پر معجزہ دیکھو
اشارہ کردیا دو نیم ہوکر ماہتاب آیا

چمن زاروں پہ مستی چھاگئی گل رنگ ہے مٹی
عرب کے ریگزاروں میں رضا رنگِ عُناب آیا

(از "قراردل" مولانا مفتی رضاءالحق صاحب دامت برکاتہم)

قرآن مجید

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو روئے زمین پر بسایا تو ان کی ہدایت واصلاح کیلئے ہر دور اور زمانے میں انبیاء علیہم السلام کو بھیجا اور کئی کتب وصحیفے نازل فرمائے، اسی سلسلے کی آخری کڑی قرآن مجید ہے جو کہ آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا، یہ مقدس کتاب اپنی وسعت اور جامعیت میں اپنی مثال آپ ہے۔

قرآن کریم تقریباً تئیس سال کی مدت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا، اور اس کا ایک ایک لفظ آج تک اسی طرح محفوظ ہے جس طرح رسول اکرم ﷺ پر نازل ہوا، قرآن حکیم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی معجزہ ہے جسے آپ ﷺ نے اپنی صداقت کی دلیل کے طور پر لوگوں کے سامنے پیش کیا اور لوگوں میں اعلان فرمایا کہ اگر تمہیں اسکی سچائی میں کوئی شبہ ہے تو تم اسکی چھوٹی سی چھوٹی سورت کی طرح ایک سورت بنا کر لے آؤ، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اور اگر تم اس کلام کے بارے میں کسی شبہ میں مبتلا ہو جو ہم نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر اتارا تو اس جیسی کوئی ایک سورت ہی لے آؤ، اور اللہ کو چھوڑ کر اپنے مددگاروں کو بھی بلا لو، اگر تم سچے ہو، پس اگر ایسا نہ کر سکو اور ہرگز نہ کر سکو گے تو پھر بچو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ (سورۃ البقرۃ آیت ۔۲۳)

قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے، اللہ کی ذات جس طرح عظمت اور بزرگی والی ہے، اسی طرح اس کی کتاب بھی عظمت اور شان والی ہے، اس میں شیرینی اور اثر اتنا ہے کہ اسے پڑھ کر اور سن کر آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں اور ایمان تازہ ہو جاتا ہے، اس کے اثرات حیرت انگیز ہیں، ابتدائی دور میں اکثر لوگ صرف قرآن سن کر اسلام لے آئے، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے قصے سے واضح ہے کہ سورۂ طٰہٰ کی ابتدائی آیات نے ان کے دل پر گہرا اثر کیا اور وہ اس کلام کی حقانیت سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے۔

قرآن کریم میں جنات کے ایک گروہ کا واقعہ بھی مذکور ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو فجر کی نماز میں

قرآن پڑھتے سنا تو قسمیں کھا کر گویا ہوئے کہ بلاشبہ یہ کلام سچا ہے اور پھر نہ صرف یہ کہ خود مسلمان ہو گئے بلکہ اپنی قوم میں جا کر دیگر جنات کو بھی اس کلام کی حقانیت اور سچائی کے بارے میں بتایا جس کی برکت سے مزید سینکڑوں جنات نے بھی اسلام قبول کیا۔

یہ عظیم الشان کتاب حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں کتابی شکل میں نہ تھی ، بلکہ اس کی مختلف سورتیں اور آیتیں چمڑے کے ٹکڑوں اور درختوں کی چھالوں وغیرہ پر لکھی ہوئی تھیں یا پھر حفظ کی صورت میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سینوں میں موجود تھیں، جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جنگ یمامہ کے دوران بہت سے حفاظ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی توجہ قرآن کے جمع کرنے کی طرف دلائی تا کہ قرآن ضائع ہونے سے محفوظ رہے، ان دونوں حضرات کے حکم کی تعمیل میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے قرآن کو جمع فرمایا، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اس جمع شدہ قرآن کو کتابی شکل دی گئی اور اس کی قراءت لغت قریش کے مطابق طے کی گئی ، اسی لئے قرآن کو مصحفِ عثمانی بھی کہا جاتا ہے، تیس پاروں اور ایک سو چودہ سورتوں کی حامل اس کتاب کا حفظ کرنا موجب برکت اور اس پر عمل کرنا دنیوی عروج اور اخروی فلاح کا ضامن ہے، جب تک مسلمانوں نے قرآن کو اپنائے رکھا، دنیا میں انہیں عروج واقتدار حاصل رہا اور جب قرآنی تعلیمات کو پس پشت ڈالا تو قوت وطاقت کے باوجود تباہ و برباد ہو گئے، آج اگر مسلمان قرآن کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں تو انہیں حیرت انگیز کامیابی اور ترقی حاصل ہو سکتی ہے اور اگر قرآن کریم سے اعراض کریں گے تو اس انجام سے نہیں بچ سکتے جس کی پیش گوئی حضور ﷺ نے فرمائی: اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ .

آج نزول قرآن کے اصل مقصد کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے، جس کی شکایت نبی کریم ﷺ قیامت کے دن ان الفاظ کے ساتھ فرمائیں گے۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا.

ترجمہ: اور رسول کہے گا اے میرے رب ! بے شک میری امت نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔

آج قرآن کریم خود بھی زبان حال سے یہ شکوہ وفریاد کررہا ہے

طاقوں میں سجایا جاتا ہوں ، آنکھوں سے لگایا جاتا ہوں
تعویذ بنایا جاتا ہوں ، دھو دھو کے پلایا جاتا ہوں
جزدان حریر و ریشم کے اور پھول ستارے چاندی کے
پھر عطر کی بارش ہوتی ہے ، خوشبو میں بسایا جاتا ہوں
جس طرح کسی طوطے مینا کو ، کچھ بول سکھائے جاتے ہیں
اس طرح پڑھایا جاتا ہوں ، اس طرح سکھایا جاتاہوں
جب قول و قسم لینے کیلئے ،تکرار کی نوبت آتی ہے
پھر میری ضرورت پڑتی ہے ، ہاتھوں پہ اٹھایا جاتا ہوں
دل سوز سے خالی رہتے ہیں ، آنکھیں ہیں کہ نم ہوتی ہی نہیں
کہنے کو تو میں ہر جلسہ میں ، پڑھ پڑھ کے سنایا جاتا ہوں
نیکی پہ بدی کا غلبہ ہے ، سچائی سے بڑھ کر دھوکا ہے
اک بار ہنسایا جاتا ہوں ، سو بار رُلایا جاتا ہوں
یہ مجھ سے عقیدت کے دعوے ، قانون پہ راضی غیروں کے
یوں بھی مجھے رسوا کرتے ہیں ، ایسے بھی ستایا جاتا ہوں
کس بزم میں میرا ذکر نہیں ، کس عُرس میں میری دھوم نہیں
پھر بھی میں اکیلا رہتا ہوں ، مجھ سا بھی کوئی مظلوم نہیں

(ماہرالقادری مرحوم)

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

جس مسلمان نے بحالت بیداری آنحضرت ﷺ کو دیکھا ہو ، یا آپ ﷺ کی صحبت میں رہا ہو اوراس کا خاتمہ بھی ایمان کی حالت پر ہوا ہو، وہ صحابی کہلاتا ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت اس امت کی افضل ترین جماعت ہے، جن کی تربیت آپ ﷺ نے خود کی اور جن کو آپ ﷺ کی صحبت کیلئے قیامت تک آنے والے انسانوں میں سے اللہ تعالیٰ نے خود چنا اور پھر انھوں نے اس اعزاز کا حق بہترین انداز میں ادا کیا، چنانچہ جہاں اللہ جلّ جلالہ نے مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ فرما کر آپ ﷺ کی رسالت کا اعلان فرمایا، وہیں وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ فرما کر صحابہ رضی اللہ عنہم کے مناقب اوران کے اوصاف بھی بیان فرمائے ہیں، اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دنیا ہی میں راضی ہوجانے کا اعلان فرما کر انہیں کائنات کا سب سے عظیم تمغہ اور سب سے بڑا اعزاز عطا فرمایا ہے:

رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ

اسی طرح آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی مختلف مواقع پر حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی فضیلت بیان فرمائی ہے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

> تم میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو برا نہ کہو، حقیقت یہ ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو اس کا ثواب میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک مُد (تقریباً ایک سیر) یا آدھے مُد کے ثواب کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے!

لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ فَلَمَقَامُ اَحَدِهِمْ سَاعَةً خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِ اَحَدِکُمْ عُمُرَهٗ.

صحابہ رضی اللہ عنہم کے مراتب:

افضلیت کے اعتبار سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مراتب ودرجات یہ ہیں:

پہلا درجہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا ہے، یہ چاروں حضرات خلفائے راشدین کہلاتے ہیں۔

دوسرا درجہ ان دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے جن کو آپ ﷺ نے ایک ہی مجلس میں جنتی ہونے کی خوش خبری سنائی تھی جن کو عشرہ مبشرہ بھی کہا جاتا ہے، ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید، حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح، رضی اللہ عنہم اجمعین۔

تیسرا درجہ بدری صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے، یہ وہ صحابۂ کرام ہیں جو جنگ بدر میں شریک تھے ان کی تعداد تقریباً تین سو تیرہ ۳۱۳ تھی۔

چوتھا درجہ اُن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے جو جنگ اُحد میں شریک ہوئے تھے۔

پانچواں درجہ بیعت رضوان کے شرکاء کا ہے، جن سے حضور ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر درخت کے نیچے بیعت لی تھی۔

چھٹا درجہ ان انصار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے جنہوں نے بیعت عقبہ اولیٰ وثانیہ کے موقع پر مکہ مکرمہ آکر آپ ﷺ سے بیعت کا شرف پایا اور اس فضیلت میں وہ صحابۂ کرام بھی شامل ہیں جنہوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی، اسی طرح یہ رُتبہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی حاصل ہوا جن کو دونوں قبلوں بیت اللہ و بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔

آپ ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض و دشمنی کو خود اپنے سے بغض و دشمنی کے مترادف قرار دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ سے ڈرو، میرے بعد تم ان کو نشانۂ مَلامت نہ بنانا، جو شخص ان کو دوست رکھتا ہے تو وہ میری وجہ سے ان کو دوست رکھتا ہے اور جو شخص ان سے دشمنی رکھتا ہے، وہ مجھ سے دشمنی رکھنے کے سبب ان سے دشمنی رکھتا ہے، اور جس شخص نے ان کو اذیت پہنچائی اس نے گویا مجھ کو اذیت پہنچائی اور جس شخص نے مجھ کو اذیت پہنچائی اس نے گویا اللہ کو اذیت پہنچائی اور جس شخص نے اللہ کو اذیت پہنچائی تو وہ دن دور نہیں جب اللہ اس کو پکڑے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مثال ستاروں کی مانند ہے جو اُفق نبوت پر اس طرح چمکے کہ ان کی تعلیمات تا قیامت پوری امت کے لئے ذریعہ ہدایت بنیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کو سب کے لیے معیار قرار دیا۔

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا

آپ ﷺ کے ارشاد کے مطابق قیامت تک آنے والوں میں نجات پانے والے صرف وہی لوگ ہیں جن کا عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقے کے مطابق ہوگا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس امت کے سب سے بڑے محسن ہیں، انہوں نے ہی اس دین کو اطرافِ عالم میں پھیلایا۔

یہ حقیقت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دین وملت کی خدمت کا حق ادا کردیا، انہوں نے وہ قربانیاں دیں کہ کوئی ان کا تصور بھی نہیں کرسکتا ، وہ رحمتِ عالم ﷺ کی محبت میں ڈوبے ہوئے تھے، آپ ﷺ کے ادنیٰ اشارے پر اپنی جانیں نچھاور کردیتے تھے، وہ ایمان میں سچے، مخلص اور اللہ ورسول کی وفاداری میں درجۂ کمال پر فائز تھے، اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ سندِ فضیلت عطا فرمائی:

محمد اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں مہربان ہیں، (اے مخاطب) تو انہیں دیکھے گا کہ کبھی رکوع کررہے ہیں، کبھی سجدہ کررہے ہیں ، اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں، ان (کی عبدیت) کے آثار ان کے سجدہ کی تاثیر سے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں، یہ ان کے اوصاف تورات میں ہیں اور انجیل میں ان کا یہ وصف (بیان کیا گیا) ہے کہ گویا ایک کھیتی ہے جس نے پہلے کونپل نکالی، پھر اس کو تقویت دی پھر وہ اور موٹی ہوئی، پھر اپنے تنے پر کھڑی ہوگئی، کاشت کرنے والوں کو وہ خوش کرتی ہے تاکہ کفار ان کے پھلنے پھولنے پر جلیں، اس گروہ کے لوگ جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں اللہ نے ان سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ (سورۃ الفتح آیت:۲۹)

علم اور علماء

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور اسے تمام کائنات پر دو چیزوں کے ذریعے امتیاز اور فضیلت عطا فرمائی، پہلی چیز دماغ ہے جس سے مراد عقل ہے اور دوسری چیز زبان ہے جس سے مراد قوت گویائی ہے، ان دو چیزوں کی بدولت انسان تمام حیوانات سے ممتاز ہے، ایک قوت سے وہ سمجھتا ہے اور دوسری قوت سے وہ سمجھاتا ہے۔

ہمارا مشاہدہ ہے کہ آج دنیا میں سمجھنے اور سمجھانے کو سینکڑوں دنیوی علوم، لاکھوں کتابیں اور لاتعداد موضوعات ہیں، ان میں سے اکثر وہ ہیں جو فن کی حیثیت رکھتے ہیں اور جن کے حاصل کرنے سے دنیاوی فوائد حاصل ہوتے ہیں، مثلاً ملازمت مل جاتی ہے اور روزگار کے مواقع میسر آتے ہیں۔

ان علوم وفنون کے مقابلے میں ایک حقیقی علم ہے جس کو علم دین کہا جاتا ہے جو قرآن کریم، احادیث مبارکہ اور صحابہ کرام کے اقوال وافعال سے ثابت شدہ احکام کے جاننے کا نام ہے، جسے حاصل کرنا اور اس پر عمل پیرا ہونا دنیا وآخرت کی کامیابی اور سرخروئی کا سبب اور ذریعہ ہے، قرآن وحدیث میں اس علم دین کے سیکھنے اور سکھانے کی ترغیب وفضیلت اور اس کی ضرورت واہمیت کو خوب بیان کیا گیا ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ
وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ .

اس آیت کریمہ کے ذیل میں مفسرین نے لکھا ہے کہ پوری بستی میں ایک ایسے عالم دین کا ہونا فرض کفایہ ہے جو شریعت کے احکام کو سمجھتا اور جانتا ہو۔

اسی طرح عوام کے لئے لازمی ہے کہ وہ دین کو سیکھنے اور سمجھنے کے لیے علمائے کرام کی طرف رجوع کریں اور ان سے روزمرہ کے ضروری احکام ومسائل سیکھیں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

یعنی اہل علم کے پاس جانا اور ان سے دینی مسائل دریافت کرنا ضروری ہے تاکہ مسلمان کی زندگی کا

کوئی بھی لمحہ خلافِ شریعت نہ گزرے، علم دین حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد و عورت) کی بنیادی ضرورت ہے، علم دین سیکھے بغیر نہ صرف یہ کہ انسان دنیوی زندگی میں حقیقی اور فطری نظام حیات سے محروم رہتا ہے بلکہ اس کے بغیر تو اللہ تعالیٰ کی معرفت اور خدا ترسی بھی نصیب نہیں ہوسکتی چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا

ترجمہ: بے شک اللہ کے بندوں میں سے خدا ترس علماء ہی ہوتے ہیں۔

زندگی کا کوئی بھی شعبہ ہو اس کی درستگی اور پائیداری کے لیے دین داری اور دیانت داری لازمی ہے، اس کا پاس وہی لوگ رکھ سکتے ہیں جو اپنی عملی زندگی دینی احکام کے مطابق بسر کریں، اسی بنا پر فقہائے کرام نے ہر شعبۂ زندگی کے افراد کے لیے اپنے اپنے شعبہ سے متعلق ضروری احکام جاننے کو فرض عین بتلایا ہے، مثلاً تجارت پیشہ افراد کے لیے تجارت کے احکام و مسائل کا جاننا فرض ہے جیسا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ عام اعلان فرمایا کرتے تھے کہ جو تجارت سے متعلق فقہی احکام نہ جانتا ہو وہ ہمارے بازاروں میں کاروبار نہ کرے۔

علم دین کے سیکھنے اور سکھانے کو باقی تمام دینی مشاغل و اعمال سے افضل قرار دیا گیا ہے، اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے شمار فضائل منقول ہیں۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ: فرشتے علم دین سیکھنے والوں کے قدموں تلے پَر بچھاتے ہیں، ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ: فَقِیْهٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ یعنی دینی احکام کا علم رکھنے والا ایک فرد شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔

الحمدللہ! تمام ضروری احکام و مسائل بے شمار دینی کتب میں آچکے ہیں، ان میں سے بعض تو قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں صراحت کے ساتھ مذکور ہیں جبکہ بعض وہ ہیں جن کا حل قرآن وسنت کے صریح اور واضح دلائل یا ان میں بیان شدہ اصول وقواعد کی مدد سے نکالا گیا ہے۔

قرآن وحدیث کے احکام اور ان میں بیان کردہ اصول اور ان سے ثابت ہونے والے مسائل ائمہ مجتہدین (امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) کی محنتوں کی برکت سے کئی ضخیم کتابوں میں محفوظ ہیں، ان ائمہ کرام نے قیاس و اجتہاد کے ذریعے قرآن وسنت سے

فقہی احکام ومسائل کونکال کرانتہائی حسن وخوبی کے ساتھ پیش کیا ہے، چنانچہ حالات اور زمانے کے تغیر کے ساتھ ساتھ جو بھی جدید مسائل پیش آتے ہیں اُن کو اِنہی ائمہ مجتہدین کے بیان کردہ اصول وقواعد کی روشنی میں حل کیا جاسکتا ہے۔

ان فقہاء ومجتہدین کے جانشین ونائبین ہر دور میں ہر جگہ پیدا ہوئے جنہوں نے ہمیشہ زندگی کے ہر موڑ پر امت مسلمہ کی رہنمائی کا فریضہ بخوبی انجام دیا اور دے رہے ہیں، خصوصاً برصغیر کی تاریخ پر ایک نظر ڈالیں تو عظیم دینی علمی ہستیاں اس خدمت میں مصروف عمل دکھائی دیں گی جن میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اور ان کے فرزندان کی دینی خدمات سرفہرست ہیں، اسی سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے عالم اسلام کے عظیم الشان علمی ادارے دارالعلوم دیوبند کے اکابرین نے قرآن وحدیث کے علوم کی اشاعت وتبلیغ میں نمایاں کردار ادا کیا، علمائے دیوبند کی اجتماعی و انفرادی علمی خدمات کی فہرست انتہائی طویل ہے، بالخصوص حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا مفتی رشید احمد گنگوہی، شیخ الہند مولانا محمود حسن، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا خلیل احمد سہارنپوری، مولانا محمد الیاس دہلوی، علامہ انور شاہ کشمیری، مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی، علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا مفتی محمد شفیع، محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوری، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا، مولانا مفتی محمود، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک) اور مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہم اللہ کی دینی وفقہی خدمات بےشمار کتابوں کی صورت میں موجود ہیں جن سے دنیا بھر کے علماء اور عوام سب مستفید ہو رہے ہیں، انہی اکابرین اور ان کے نائبین کے قائم کیے ہوئے مدارس وجامعات ہمارے اس ملک پاکستان کے تقریباً ہر شہر میں موجود ہیں، خصوصاً کراچی کے وسط میں جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن ہے، جو اہل شہر سمیت اندرون و بیرون ملک امت مسلمہ کو علوم دینیہ کی تعلیم وتدریس اور شرعی مسائل میں رہنمائی کی مسلسل خدمات انجام دیتا چلا آرہا ہے، علاوہ ازیں ملک بھر میں مختلف عظیم الشان دینی ادارے موجود ہیں۔ اللہ کریم ہمیں ان اداروں سے محبت، ان کی خدمت اور ان سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

حسن معاشرت

انسان جہاں رہتا ہے اسکے ساتھ اسکے گھر میں، آس پاس محلے، گاؤں اور شہر میں مختلف لوگ رہتے ہیں، یہ سب آپس میں ایک دوسرے کے کام آتے ہیں اور دکھ سکھ میں شریک ہوتے ہیں، لوگوں کے اس طرح مل جل کر رہنے کو معاشرہ کہا جاتا ہے۔

معاشرت کے آداب اور ایک دوسرے کے حقوق کی پاسداری اسلام کی اہم تعلیمات میں سے ہے، آپس میں رہنے اور باہمی برتاؤ کے طریقے اسلام نے سکھائے ہیں، جن پر عمل پیرا ہونا حسن معاشرت کہلائے گا، اولاد کا رویّہ ماں باپ کے ساتھ کیسا ہو اور ماں باپ کا برتاؤ اولاد کے ساتھ کس طرح کا ہو، ایک بھائی دوسرے بھائی کے ساتھ کس طرح پیش آئے، بہنوں کے ساتھ کس طرح سلوک کیا جائے، میاں بیوی باہم کس طرح زندگی گذاریں، چھوٹے اپنے بڑوں کے سامنے کس طرح رہیں اور بڑے چھوٹوں کے ساتھ کیسا برتاؤ کریں، پڑوسیوں کے ساتھ ہمارا معاملہ کیا ہو، امیر لوگ غریبوں کے ساتھ کس طرح کا سلوک کریں اور غریب امیروں کے ساتھ کیسا رویّہ رکھیں، آقا کا برتاؤ ملازم کے ساتھ اور ملازم کا تعلق آقا کے ساتھ کیسا ہو! الغرض اس دنیوی زندگی میں مختلف طبقوں کے جن چھوٹے بڑے لوگوں سے ہمارا واسطہ پڑتا ہے ان کے ساتھ برتاؤ اور رہن سہن کے بارے میں اسلام نے ہمیں نہایت مکمل اور روشن ہدایات دی ہیں۔ اسلام کا یہ معاشرتی نظام اپنے حسن وخوبی اور کمال کی بنا پر تمام نظاموں سے افضل اور ممتاز ہے۔

والدین:

اسلام نے اللہ کے بعد سب سے بڑا حق ماں باپ ہی کا بتلایا ہے قرآن میں ارشاد ہے۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

شریعت کی حدود کی رعایت رکھتے ہوئے والدین کو ہمیشہ خوش رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے اور ان کی مرضی اور مزاج کے خلاف کبھی کوئی ایسی بات نہ کہی جائے جو ان کو ناگوار گزرے، خصوصاً بڑھاپے میں ان کی ہر بات خوشی خوشی برداشت کی جائے، اور ان کی کسی بات سے اکتا کر جواب میں کوئی ایسا کلمہ ہرگز نہ کہا جائے جس سے ان کو تکلیف پہنچے۔

قرآن کریم میں حکم خداوندی ہے:

ترجمہ: اگر والدین میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں تو اُن کو اُف تک بھی نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکیاں دو اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا اور ان کے ساتھ شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور یوں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار! ان دونوں پر رحم فرما جیسا انھوں نے مجھ کو بچپن میں پالا ہے۔

احادیث مبارکہ میں ماں باپ کی خدمت اور اطاعت کی بڑی تاکید فرمائی گئی ہے اور ان کی نافرمانی اور ایذارسانی کو سخت گناہ بتلایا گیا ہے۔

☆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک شخص نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ ماں باپ کا اولاد پر کیا حق ہے؟ ارشاد فرمایا: اولاد کی جنت اور دوزخ ماں باپ ہیں (یعنی ان کی خدمت سے جنت مل سکتی ہے اور ان کی نافرمانی اور بدسلوکی دوزخ میں لے جانے والی ہے) ایک اور حدیث میں ہے کہ: باپ کی رضامندی میں اللہ کی رضامندی ہے اور اس کی ناراضگی میں اللہ کی ناراضگی ہے۔

اولاد:

اسلام نے جس طرح اولاد پر والدین کے حقوق مقرر کئے ہیں اس طرح والدین پر بھی اولاد کے حقوق رکھے ہیں، جیسا کہ ان کو کھلانے پلانے اور پہنانے کا انتظام والدین کرتے ہیں اسی طرح اولاد کی دینی واخلاقی تربیت بھی والدین کی ذمہ داری ہے، اللہ تعالیٰ نے والدین کو حکم دیا ہے کہ اپنی اولاد اور اہل وعیال کی تربیت ونگرانی اس طرح کریں کہ مرنے کے بعد ان کا ٹھکانا جہنم نہ بنے بلکہ جنت بنے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا

اولاد کی اچھی تربیت کی فضیلت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اس طرح بیان فرمائی ہے:

باپ کی طرف سے اولاد کے لئے اس سے بہتر کوئی عطیہ نہیں کہ وہ ان کی اچھی تربیت کرے۔

بچوں کے سامنے ہمیشہ اچھا عملی نمونہ پیش کرنا چاہئے، بڑوں اور خصوصاً والدین کی زندگی بچوں کے

لئے ایک خاموش معلم کی حیثیت رکھتی ہے، چنانچہ بچوں کے سامنے جو کیا جائے اور کہا جائے وہ اسی کی نقل اتاریں گے، اسی سلسلے میں نبی کریم ﷺ کی رہنمائی اور نصیحت ملاحظہ کیجئے:

حضرت عبداللہ بن عامر فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے، میری والدہ نے مجھے یہ کہہ کر بلایا کہ یہاں آجاؤ! میں تمہیں کچھ (چیز) دوں گی، آپ ﷺ نے یہ دیکھ کر پوچھا تم بچے کو کیا دینا چاہتی ہو؟ والدہ بولی: کھجور، آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم دینے کا بہانہ کر کے بلاتی اور کچھ نہ دیتی تو تمہارے نامۂ اعمال میں یہ جھوٹ لکھ دیا جاتا۔

بچوں کے عقائد، اعمال اور اخلاق وکردار کی درستگی کی فکر والدین کے ذمے ہے، اس سلسلے میں حضرت لقمان علیہ السلام کی وہ نصیحتیں جو انہوں نے اپنے بیٹے کو فرمائیں رہنما اصول ہیں جن کی تفصیل سورۂ لقمان آیت ۱۲ تا آیت ۱۹ میں مذکور ہے۔

بعض لوگوں کو اپنی اولاد میں لڑکیوں کے بہ نسبت لڑکوں سے زیادہ محبت اور شفقت ہوتی ہے اور لڑکیوں کو بوجھ سمجھتے ہیں اور اسی وجہ سے ان کی تعلیم وتربیت میں کوتاہی کرتے ہیں، اسلام میں لڑکیوں کی اچھی تربیت کی فضیلت کو خصوصیت کے ساتھ اسی لیے بیان کیا گیا ہے تا کہ ان کے حقوق میں کوتاہی نہ کی جائے اور بیٹوں کی طرح ان کا بھی خوب خیال رکھا جائے، ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:
جس شخص کی بیٹیاں یا بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے، ان کی اچھی تربیت کرے، اور (مناسب جگہ) ان کی شادی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت دے گا، اسلئے بچیوں کی تربیت و پرورش انتہائی خوش دلی اور دینی احساس کے ساتھ کرنی چاہئے۔

بچوں کی تعلیم کے ساتھ ان کی عملی تربیت اور کردار سازی انتہائی اہم اور ضروری ہے جس کے اہتمام کا والدین کو تاکیدی حکم فرما دیا گیا ہے۔

دوست:

وہ شخص انتہائی خوش نصیب ہے جس سے دوست محبت کریں اور وہ دوستوں کو عزیز رکھے اور وہ شخص انتہائی محروم ہے جس سے لوگ بیزار رہتے ہوں اور وہ ان سے بھاگتا پھرے، آپ ﷺ نے فرمایا:
مومن سراپا الفت ومحبت ہے اور اس آدمی میں کوئی خیر نہیں جو نہ دوسروں سے محبت کرے اور نہ دوسرے

اس سے محبت کریں، ہمیشہ نیک وصالح لوگوں سے دوستی کریں، بروں کی دوستی کا برا اثر ہوگا۔

صحبت صالح ترا صالح کند　　　صحبت طالح ترا طالح کند

آپ ﷺ نے نیک دوست کو مشک بیچنے والے کے ساتھ تشبیہ دی ہے، جس سے کم از کم خوشبو کا فائدہ تو حاصل ہوگا اور برے دوست کو بھٹی والے کے ساتھ تشبیہ دی ہے جس کے پاس بیٹھنے والا آگ سے بچ بھی جائے تو اس کے دھویں سے نہیں بچ سکے گا۔

دوستوں سے محبت صرف اللہ ہی کے لئے ہو، یہی دوستی پائیدار ہوتی ہے، خودغرضی والی دوستی کا دھاگہ نہایت جلدی ٹوٹ جاتا ہے۔

خدا کے واسطے جو ہو محبت　　　اسے ہر حال میں بیشک بقا ہے
سوا اس کے جو ہے الفت جہاں میں　　　وہ خودغرضی کے شعلوں سے فنا ہے

خدا کے محبوب بندے وہی ہیں جو اس کے دین کی بنیاد پر جڑتے ہیں مسلم شریف کی حدیث ہے:
قیامت کے دن اللہ فرمائے گا وہ لوگ کہاں ہیں جو صرف میرے لئے لوگوں سے محبت کرتے تھے! آج میں ان کو اپنے سائے میں جگہ دوں گا۔

دوستوں سے وفاداری، ان کی خیرخواہی، خبرگیری، رازداری، ان کے دکھ درد میں شریک ہونا اور ان کے ساتھ حسن ظن رکھنا اسلامی تعلیمات کا حصہ ہے، ان کو اپنے ساتھ مخلصانہ دعاؤں میں شریک کرنا بھی ان کا حق ہے جس کیلئے اس قرآنی دعا کا اہتمام نہایت مناسب ہے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِ خْوَانِنَا الَّذِ یْنَ سَبَقُوْ نَا بِالْاِ یْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِی قُلُوْبِنَا
غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُ وْفٌ رَّحِیْمٌ ○

میاں، بیوی:

پاکیزہ معاشرے کی عمارت کی بنیاد خاندانی نظام کو زیادہ سے زیادہ مضبوط اور کامیاب بنانے پر قائم ہوتی ہے جس کا آغاز میاں بیوی کے پاکیزہ ازدواجی تعلق سے ہوتا ہے، اس تعلق کی استواری اور خوشگواری اس وقت ممکن ہے جب شوہر اور بیوی اسلامی ہدایات وتعلیمات کے مطابق اپنے فرائض اور ایک دوسرے کے حقوق سے بخوبی واقف ہوں اور ان کو بجالانے کیلئے خلوص کے ساتھ سرگرم عمل بھی

ہوں یہ فرائض وحقوق نبی کریم ﷺ کے ارشادات میں ملاحظہ ہوں:

☆ جوعورت اس حال میں مرے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہوتو وہ جنت میں جائے گی۔(ترمذی)

☆ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کوئی عورت اللہ کا حق اس وقت تک ادانہیں کرسکتی جب تک کہ اپنے شوہر کا حق ادا نہ کرے۔

☆ کسی انسان کیلئے دوسرے انسان کو سجدہ کرنا جائز نہیں اگر جائز ہوتا تو بیوی کو حکم دیا جاتا کہ شوہر کو سجدہ کرے۔(مسند احمد)

☆ تم میں اچھے وہ ہیں جو اپنے گھر والوں (بیوی) کے حق میں اچھے ہوں۔

☆ مسلمانوں میں زیادہ کامل ایمان والے وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہوں اور جن کا برتاؤ اپنے گھر والوں کے ساتھ لطف ورغبت کا ہو۔(ترمذی)

☆ میں تم کو عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی خاص طور پر وصیت کرتا ہوں، تم میری اس وصیت کو یاد رکھنا، دیکھو وہ تمہاری ماتحت اور دست نگر ہیں۔

رشتہ دار:

آدمی کا ایک خاص تعلق اپنے عام رشتہ داروں سے بھی ہوتا ہے، اسلام نے اس تعلق کا بھی بہت لحاظ رکھا ہے اور اسکے اعتبار سے باہمی حقوق مقرر کئے ہیں، رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی کو صلہ رحمی اور نہ ادا کرنے کو قطع رحمی کہا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں جابجا ذوی القربی (رشتہ داروں) کے ساتھ اچھے سلوک کی تاکید فرمائی گئی ہے، اسلام نے صلہ رحمی پر بڑا زور دیا ہے اور اس شخص کو بڑا مجرم بتایا گیا ہے جو رشتہ داروں کے حقوق پامال کرے، حضور ﷺ نے فرمایا: قرابت کے حق کو پامال کرنے والا اور اپنے برتاؤ میں رشتہ داری کا لحاظ نہ رکھنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔

بخاری شریف کی حدیث کا مفہوم ہے کہ: صلہ رحمی وہ نہیں جو بدلے میں ہو بلکہ صلہ رحمی اس کے ساتھ بھی کی جائے جو صلہ رحمی نہ کرے۔ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

صِلْ مَنْ قَطَعَکَ وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَکَ وَاَحْسِنْ اِلٰی مَنْ اَسَاءَ اِلَیْکَ

پڑوسی:

انسان کا اپنے پڑوسیوں کے ساتھ مستقل واسطہ پڑتا ہے، اسلام نے اس تعلق کو بھی بڑی اہمیت دی ہے اور اس بارے میں مفصل ہدایات دی ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جہاں شرک جیسے عظیم گناہ سے منع فرمایا وہاں والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا بھی ذکر کیا وہیں پر اللہ نے پڑوسی کے ساتھ اچھے برتاؤ کا حکم دیتے ہوئے فرمایا۔ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ اس آیت میں پڑوسی کے حقوق ادا کرنے کے حکم کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی واضح کی گئی کہ پڑوسی تین قسم کے ہوتے ہیں۔

ایک وہ جو پڑوسی بھی ہو اور رشتہ دار بھی ہو، دوسرا وہ جس سے رشتہ داری نہ ہو صرف پڑوس کا تعلق ہو، تیسرا وہ جو نہ رشتہ دار ہو اور نہ مستقل پڑوسی بلکہ کچھ وقت کیلئے ساتھ رہتا ہو جیسے ہم سفر، اسکول و مدرسہ کا ساتھی، دکان پر ساتھ بیٹھنے والا اور کام کاج میں شریک وغیرہ۔

احادیث مبارکہ میں بھی پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی بہت تاکید آئی ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: مجھے جبرئیل امین علیہ السلام پڑوسی کے حقوق سے متعلق تاکید کرتے رہے، یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ اس کو میراث میں حصہ دار بنادیں گے۔

اسی طرح ایک دوسری روایت میں ہے کہ: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: جب تم سالن پکاؤ تو اس میں شوربا بڑھا دو اور پڑوسیوں کا لحاظ رکھو۔

پڑسیوں سے حسن سلوک ایمان کا تقاضہ ہے حضور ﷺ نے پڑوسی کے حقوق ادا نہ کرنے والے کے بارے میں فرمایا کہ: بخدا وہ مومن نہیں، بخدا وہ مومن نہیں، بخدا وہ مومن نہیں، عرض کیا گیا کہ کون مومن نہیں؟ ارشاد فرمایا وہ مؤمن نہیں جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہ ہو۔

اسلام میں اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ پڑوسیوں کو تکلیف نہ دی جائے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے، مگر آج لوگ ان احکام سے غافل ہیں، معمولی معمولی باتوں پر پڑوسیوں سے لڑتے جھگڑتے ہیں اور بعض لوگ تو پڑوسیوں کو جانتے تک نہیں حالانکہ مسلمان ہونے کے ناطے اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے کی خاطر ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم اپنے پڑوسیوں کے ساتھ بہترین اخلاق سے پیش آئیں

اوران کو ہماری طرف سے کوئی ایذا نہ پہنچے ورنہ تو پھر قیامت کے دن ہم ان وعیدوں اور رسوائیوں کے مستحق ہونگے جو احادیث مبارکہ میں وارد ہوئی ہیں۔

واضح رہے کہ پڑوسی خواہ مسلمان ہو یا غیر مسلم اسلام نے سب کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔

مہمان:

شریعت نے مہمان کی مہمان نوازی کو اس کا حق ٹھہرایا ہے اور اس کے اکرام کو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان کی علامت قرار دیا ہے ،آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ .

خادم و ماتحت:

معاشرہ میں بسنے والے افراد اپنی صلاحیتوں ،مال و دولت اور ضرورتوں کے اعتبار سے یکساں نہیں ہوتے ،کسی کو اللہ تعالیٰ نے کام کرنے کی جسمانی صلاحیت دی تو کسی کو مال دیا ہے، جس طرح مالک اور اس کا مال مزدور کی ضرورت ہے ،اسی طرح مزدور وخادم اور اس کی محنت وخدمت مالک کی ضرورت ہے، آپ ﷺ نے خادموں اور ماتحتوں کے ساتھ بھلائی کی یوں تاکید فرمائی کہ: وہ تمہارے بھائی ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے ماتحت کر رکھا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ جس کے بھائی کو اس کا ماتحت بنادے اس کا فرض ہے کہ جو خود کھائے اس کو بھی وہی کھلائے اور جو خود پہنے اس کو بھی وہی پہنائے اور اس کے ذمہ ایسا کام نہ لگائے جو وہ نہ کر سکے

فقیر ومحتاج:

یقیناً معاشرہ میں ایک ایسا طبقہ بھی ہوتا ہے جسے مال یا تندرستی میسر نہیں ہوتی اور ان دونوں نعمتوں سے محروم ہوتا ہے، تاہم وہ بھی ہمارے معاشرے کا حصہ ہے، ان کی ضروریات بھی دوسروں کی ضروریات کی طرح قابل توجہ ہیں، اس طبقہ میں فقراء ومساکین، اپاہج ومحتاج، بیوائیں اور یتیم بچے بچیاں سب شامل ہیں، قرآن وحدیث میں ان کے حقوق کی رعایت اور ان کے ساتھ ہمدردی وتعاون کی خوب تاکید کی گئی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ: بیواؤں اور مساکین کی مدد کرنے والا (ثواب کے اعتبار سے) اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے، اللہ کے حضور نماز میں کھڑے ہونے والے اور مسلسل روزے رکھنے والے کی طرح ہے۔

رشتۂ اسلام:

مسلمان ہونے کے ناطے ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر متعدد حقوق ہیں، جن کی نشاندہی قرآن وحدیث میں جگہ جگہ کی گئی ہے، آپ ﷺ نے تمام مسلمانوں کو کُونُوا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا کا حکم فرما کر بھائی چارگی کے رشتہ میں جوڑ دیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر نہ ظلم کرے اور نہ اس سے کنارہ کش ہو اور جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت کی تکمیل کیلئے کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی کرتا ہے اور جو کسی مسلمان کی ایک مصیبت کو دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے قیامت کی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت سے نجات دے گا اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

رشتۂ انسانیت:

اسلام نے عام انسانی برادری کے ساتھ بھی رحم وکرم اور رواداری کی تعلیم دی ہے اور رحمت وشفقت کا دائرہ پورے عالم انسانیت تک وسیع کر دیا ہے، ساری مخلوق کو اللہ کا کنبہ کہا ہے اور ان کے ساتھ نیکی وبھلائی کا حکم دیا ہے، حضور ﷺ کا ارشاد ہے: کہ ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ شخص وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔ نیز فرمایا: تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

اسلام کی ہر موقع پر یہ تعلیم ہے کہ انسانوں میں باہمی اخوّت ومحبت اور تعاون و ہمدردی کا جذبہ کار فرما ہو، تا کہ صلح وسلامتی کے ساتھ زندگی بسر کرسکیں اور حسن معاشرت کی اعلیٰ مثال قائم کرسکیں۔

ایثار

ایثار عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ترجیح دینے کے ہیں، اسلام میں ایثار کا جو حکم آیا ہے اس سے مراد اپنے آپ پر دوسروں کو مقدم کرنا اور ترجیح دینا ہے، اسلام کی تعلیم صرف اتنی نہیں کہ دوسروں کے صرف واجب حقوق ادا کریں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اسلام یہ بھی سکھاتا ہے کہ دوسروں کیلئے قربانی دو، ان کی خاطر تکلیف اٹھاؤ، مدینہ منورہ کے انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل میں اللہ نے ایثار کا جذبہ ڈالا اورانہوں نے ایثار کی وہ مثال قائم کی کہ تاریخ میں اسکی نظیر نہیں ملتی، جب مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم مکہ مکرمہ سے آکر مدینہ منورہ منتقل ہورہے تھے اس وقت مدینہ منورہ ایک چھوٹی سی بستی تھی، آباد ہونے والوں کو گھروں کی ضرورت تھی اور دیگر ضروریات زندگی درکار تھیں، روزگار چاہیئے تھا، یہ حضرات سب کچھ چھوڑ کر خالی ہاتھ مدینہ منورہ آئے تھے، انصار صحابہ رضی اللہ عنہم نے اعلان کیا کہ مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے والے جو بھی مسلمان آرہے ہیں ان کیلئے ہمارے دروازے کھلے ہیں، وہ ہمارے مہمان ہیں ان کے کھانے پینے کا انتظام ہم کریں گے، یہ جذبہ دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مہاجر صحابی کو کسی انصاری صحابی کا بھائی بنادیا، اب وہ اس کے ساتھ رہنے لگا، اسی کے ساتھ کھانے پینے لگا، اس سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ ایک انصاری صحابی نے مہاجر صحابی سے فرمایا کہ میری دو بیویاں ہیں، میں اس کے لئے بھی تیار ہوں کہ اپنی ایک بیوی سے دستبردار ہوجاؤں اور اسے طلاق دے کر اس کا نکاح تمہارے ساتھ کرادوں، حضور اکرم ﷺ کے مبارک دور میں ایک مہمان ایک انصاری صحابی کے پاس آگئے، کھانا اتنا کم تھا کہ یا خود کھائیں یا مہمان کو کھلادیں لیکن یہ خیال ہوا کہ اگر ہم مہمان کے ساتھ نہ کھائیں تو نہ معلوم وہ کیا سمجھے گا! اس لئے چراغ بجھادیا تاکہ اسے پتہ ہی نہ چلے اور اس پر ایسا ظاہر کیا کہ وہ بھی کھانا کھارہے ہیں، اس پر قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

یعنی یہ لوگ افلاس اور تنگدستی کی حالت میں بھی دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں

آج اگر مسلمان ایثار وقربانی کا جذبہ اپنے اندر پیدا کریں تو بہت سے اختلافات دور ہوجائیں گے اور لوگ آپس میں شیر وشکر ہوکر امن وراحت کے ساتھ زندگی گذاریں گے۔

اخلاق نبوی ﷺ

حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے نہایت بلند اور اعلیٰ اخلاق عطا فرمائے تھے، قرآن پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حق تعالیٰ شانہ کا خطاب ہے: وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت سخی اور فیاض تھے، امکان بھر سب کی درخواست پوری فرماتے، خود فاقہ سے رہتے اور دوسروں کو کھلاتے، گھر میں کسی چیز کا ذخیرہ نہ فرماتے، ایک مرتبہ کسی شخص نے کچھ مانگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اس وقت تو) میرے پاس کچھ نہیں لیکن فلاں سے میرے نام پر قرض لے لو جب میرے پاس کچھ آئے گا تو ادا کردوں گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بڑے مہمان نواز تھے، آپ کے یہاں مسلمان، مشرک، کافر سب مہمان ہوتے، آپ ﷺ سب کی خاطر فرماتے اور سب کی خود ہی خدمت فرماتے، کبھی ایسا ہوتا کہ مہمان آجاتے اور گھر میں جو کچھ موجود ہوتا ان کو کھلا دیا جاتا اور پورا گھر فاقہ کرتا، آپ راتوں کو اٹھ اٹھ کر مہمانوں کی دیکھ بھال فرماتے کہ ان کو کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔

آپ ﷺ گھر میں رہتے تو گھر کا کام کاج اپنے ہاتھوں سے کرتے، اپنے پھٹے ہوئے جوتے خود گانٹھ لیتے، بکریوں کا دودھ اپنے ہاتھوں سے دوہتے، مجمع میں بیٹھتے تو سب کے برابر ہو کر بیٹھتے، مسجد نبوی کے بنانے اور خندق کھودنے میں سب صحابہ کے ساتھ مل کر کام میں شریک ہوئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مریضوں کی عیادت فرماتے، جنازہ میں شریک ہوتے، گدھے (جیسے معمولی جانور) پر سواری فرماتے، غلاموں (تک) کی دعوت قبول فرماتے، حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی کی روایت ہے کہ اگر کوئی شخص جو کی روٹی اور باسی چربی (کے سالن) سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کرتا تو اس کو بھی قبول فرماتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم یتیموں سے محبت رکھتے اور ان کے ساتھ بھلائی کی تاکید کرتے، فرمایا: مسلمانوں کا سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم بچے کے ساتھ بھلائی کی جاتی ہو اور سب سے برا گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم کے ساتھ برائی کی جاتی ہو، ایک موقع پر فرمایا: میں اور یتیم کی کفالت کرنے

والا قیامت کے دن اس طرح ہوں گے، یہ فرماتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت کی انگلی اور ساتھ والی انگلی کو ملایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بڑے بہادر اور دلیر تھے، آپ اپنی زندگی میں کئی غزوات میں بنفس نفیس شریک ہوئے اور کئی مرتبہ آپ کو کافی مشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑا لیکن کبھی بھی آپ نے میدان سے منہ نہ موڑا، صحابہ فرماتے ہیں کہ آپ جنگ کے میدان میں ایسی خطرناک جگہوں پر موجود ہوتے جہاں پر رہنا بڑے بڑے بہادروں کیلئے بھی مشکل ہوتا، غزوۂ حنین میں ایک موقع پر جب دشمنوں کے اچانک حملہ کرنے سے مسلمان سراسیمگی کی حالت میں پیچھے ہٹنے لگے اور ہر شخص کو اپنی موت نظر آنے لگی تو ایسے وقت میں بھی آپ ثابت قدمی کے ساتھ میدان میں آگے ہی بڑھتے رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کریمانہ اخلاق کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھے، غریبوں کی مدد اور دلجوئی فرماتے، مظلوموں کی فریاد سنتے اور ان کو ان کا حق دلاتے، کمزوروں پر رحم فرماتے، بیکسوں کا سہارا بنتے، مقروضوں کا قرض ادا کرتے، بیماروں کی عیادت فرماتے اور ان کو تسلی دیتے، دوست و دشمن اور مؤمن و کافر کی اس میں کوئی قید نہ تھی، ہمسایوں کی خبرگیری کرتے، ان کے ہاں ہدایا بھجواتے، ان کا حق پورا کرنے کی تاکید فرماتے، بچوں سے بڑی محبت فرماتے ان کو چومتے اور پیار کرتے، راستہ میں بچے مل جاتے تو خود سلام فرماتے۔

لین دین سے متعلق آپ کے معاملات بہت صاف تھے، فرمایا کرتے تھے کہ: سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جو قرض کو اچھی طرح ادا کرتے ہیں، آپ جو وعدہ فرماتے اس کو پورا فرماتے، ہمیشہ سچ بولتے، امانت میں خیانت نہ فرماتے، ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتے، اپنی امت کے لوگوں کو بڑے درد کے ساتھ آخرت کی طرف متوجہ فرماتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اخلاق و عادات کو اپنانا نہ صرف یہ کہ مسلمان ہونے کے ناطے ہمارے لیے ضروری ہے بلکہ ہماری دنیوی اور اخروی زندگی میں کامیابی کی کنجی بھی یہی ہے۔

مومن جو فدا نقش کفِ پائے نبی ہو ہو زیرِ قدم آج بھی عالم کا خزینہ
گر سنت نبوی کی کرے پیروی امت طوفان سے نکل جائے گا پھر اس کا سفینہ

آداب نبوی ﷺ

کسی بھی تہذیب کے حامل افراد کے لئے ان کی مذہبی تعلیمات قابل تعظیم ہوتی ہیں اور انہی کی وجہ سے ایک مذہب کے افراد کی ثقافت، تہذیب اور رہن سہن کے طور طریقے دوسرے مذاہب سے مختلف ہوتے ہیں، مذہبِ برحق اسلام نے بھی اپنے ماننے والوں کیلئے زندگی گذارنے کے وہ آداب دیئے ہیں جن کو اپنا لینے سے وہ دنیا وآخرت میں کامیابی کے مستحق بنتے ہیں، اسی پر بس نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں مسلمانوں کیلئے وہ معلم مبعوث فرمایا جو نہ صرف یہ کہ زندگی گزارنے کا طریقہ بتلا گئے بلکہ کر کے دکھا گئے، اور ان کے جانثار ساتھیوں (صحابہ کرام) نے ان کی اک اک ادا کو محفوظ فرما کر ہمارے لئے حضور ﷺ کی اتباع کرنا آسان کر دیا، ان آداب کا تعلق ہماری زندگی کے ہر ہر شعبے سے ہے، صبح اٹھنے سے لیکر رات سونے تک ہماری ضروریات میں سے کوئی بھی ضرورت ایسی نہیں جس کے آداب ہمیں حضور اکرم ﷺ کی زندگی میں نہ ملتے ہوں، مثلاً کھانا کھانا ہر انسان کی ضرورت ہے حضور اکرم ﷺ جب بھی کھانا تناول فرماتے تھے تو پہلے ہاتھ دھوتے، بسم اللہ پڑھتے، کھانا بیٹھ کر تناول فرماتے، کھانا کھانے میں صرف دائیں ہاتھ کو استعمال فرماتے، متواضعانہ ہیئت اختیار فرماتے، کھانے میں عیب نہ نکالتے، اپنے سامنے سے کھاتے، اپنے ساتھ کھانے والوں کا خیال فرماتے، کھانے کے بعد دعاء پڑھتے اور ہاتھ دھوتے، پانی پیتے تو بسم اللہ پڑھتے، بیٹھ کر پیتے، تین سانس میں پیتے، ہر سانس پر برتن سے منہ الگ کرتے، الحمد للہ کہتے۔

لباس ایسا استعمال فرماتے جو شرم وحیا، غیرت وشرافت اور جسم کی ستر پوشی اور حفاظت کے تقاضوں کو پورا کرے اور کپڑے پہنتے وقت سیدھی جانب کا خیال رکھتے، پہننے سے پہلے ان کو جھاڑ لیتے، لنگی (پاجامہ وغیرہ) ٹخنوں سے اونچا رکھتے، ریشمی لباس استعمال نہ فرماتے، لباس میں متکبرانہ وضع اختیار نہ فرماتے۔

راستے میں چلتے تو درمیانی چال اختیار فرماتے، ادب و وقار کے ساتھ نیچے دیکھتے ہوئے چلتے، خاکساری سے دبے پاؤں چلتے، اکڑ کر نہ چلتے، ہمیشہ بے تکلفی سے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ساتھ چلتے،

راستے کے حقوق ادافرماتے۔

کسی مجلس میں تشریف لے جاتے تو جو گفتگو چل رہی ہوتی (اگر وہ نامناسب نہ ہوتی) اس میں شریک ہوتے ، ورنہ منع فرمادیتے ، کسی مخصوص جگہ بیٹھنے کی خواہش نہ رکھتے ، جہاں جگہ مل جاتی وہیں تشریف رکھتے ،لوگوں سے ملاقات فرماتے تو سلام میں پہل فرماتے ،سب سے خندہ پیشانی سے ملتے ، بچوں کوسلام کرنے سے بھی نہ شرماتے ،گفتگوفرماتے تو نرم لہجہ اختیارفرماتے ، بلاضرورت آواز کو اونچا نہ فرماتے ، بدگوئی نہ فرماتے ،ضرورت سے زائد گفتگو سے پرہیزفرماتے۔

کسی کے ہاں مہمان بنتے تو ان کے لئے دعا فرماتے ،ان کی سادہ سی مہمان نوازی کو بھی خوش دلی سے قبول فرماتے اورکوئی آپ کے ہاں مہمان بنتا تو اس کی راحت وآرام کا خوب خیال فرماتے۔

کسی کی عیادت کو تشریف لے جاتے تو اس کی دلجوئی فرماتے اس کا حوصلہ بڑھاتے اس کیلئے دعا فرماتے ،کبھی خود مریض ہوجاتے تو شکوہ نہ فرماتے لوگوں کے رنج وغم میں آپ خود رنجیدہ ہوتے اور کبھی خود پر مصیبت آتی تو صبر فرماتے ،دوسروں کی خوشی پر خوش ہوتے اور اپنی خوشی پر اللہ کا شکر ادا فرماتے ، غرض ہر موقع پر خدائے بزرگ وبرتر کی خوشنودی کے حصول کیلئے جو اسباب ممکن ہوتے اختیار فرماتے اور امت کو اسی کی تعلیم فرماتے ۔اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان آداب کی رعایت رکھتے ہوئے زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

اک راہ کے علاوہ ، ہر راہ پُر خطر ہے
جس پر چلے ہیں سرور ، وہی راہ معتبر ہے
دو گام کوئی چل کر،اس راہ میں بھی دیکھے
کتنی حسیں ہیں راہیں ،کتنا حسیں سفر ہے
ہر سمت عافیت ہے اور دل بھی مطمئن
راہِ شہِ مدینہ ، بے خوف وبے خطر ہے
دار العمل ہے دنیا ، دارالجزاء ہے عقبیٰ
یہ جانتے ہوئے بھی ، انسان بے خبر ہے
بتلاؤں فرق تجھ کو ، دنیا وآخرت میں .
یہ خواب وہ حقیقت ، یہ شام وہ سحر ہے
ہے اتباعِ سرور ، راہ نجات کامل
جز راہِ شاہِ دیں کے ،کس راہ میں مفر ہے

کامل الہ آبادی

محسن عالم ﷺ

کچھ کفر نے فتنے پھیلائے، کچھ ظلم نے شعلے بھڑکائے
سینوں میں عداوت جاگ اٹھی، انسان سے انساں ٹکرائے
پامال کیا، برباد کیا، کمزور کو طاقت والوں نے
جب ظلم وستم حد سے گزرے، تشریف محمد (ﷺ) لے آئے
رحمت کی گھٹائیں لہرائیں، دنیا کی امیدیں بر آئیں
اکرام وعطا کی بارش کی، اخلاق کے موتی برسائے
تہذیب کی شمعیں روشن کیں، اونٹوں کو چرانے والوں نے
کانٹوں کو گلوں کی قیمت دی، ذرّوں کے مقدّر چمکائے
اللہ سے رشتہ کو جوڑا، باطل کے طِلِسموں کو توڑا
خود وقت کے دھارے کو موڑا، طوفاں میں سفینے تیرائے
تلوار بھی دی، قرآں بھی دیا، دنیا بھی عطا کی، عقبیٰ بھی
مرنے کو شہادت فرمایا، جینے کے طریقے سمجھائے
مکہ کی زمیں اور عرش کہاں، دم بھر میں کہاں، پل بھر میں کہاں
پتھر کو عطا کی گویائی اور چاند کے ٹکڑے فرمائے
مظلوموں کی فریاد سنی، مجبوروں کی غمخواری کی
زخموں پہ خنک مرہم رکھے، بے چین دلوں کے کام آئے
عورت کو حیا کی چادر دی، غیرت کا غازہ بھی بخشا
شیشوں میں نزاکت پیدا کی، کردار کے جوہر چمکائے
توحید کا دھارا رک نہ سکا، اسلام کا پرچم جھک نہ سکا
کفار بہت کچھ جھنجھلائے، شیطاں نے ہزاروں بَل کھائے
اے نام محمد صلِ علیٰ، ماہرؔ کے لئے تو سب کچھ ہے
ہونٹوں پہ تبسّم بھی آیا، آنکھوں میں آنسو بھر آئے

(ماہر القادری مرحوم)

صبح سے شام تک

اسلام نے ہمیں زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق انتہائی بیش قیمت اور زریں آداب سکھلائے ہیں اور صبح اٹھنے کے وقت سے لیکر رات کو سونے تک انجام پانے والے تمام کاموں کے صحیح طریقے بتلائے ہیں۔

لہذا ہمیں چاہیئے کہ اللہ کا نام لے کر اٹھیں، قضائے حاجت کیلئے جاتے وقت بیت الخلاء میں بایاں پیر آگے رکھیں اور باہر آتے وقت دایاں پیر پہلے نکالیں، بیت الخلاء میں قبلہ رخ نہ بیٹھیں اور نہ ہی قبلہ کی طرف پیٹھ کریں، استنجاء کیلئے ڈھیلا یا ٹشو اور پانی استعمال کریں، وضو اہتمام سے کریں، تمام فرائض، سنن اور مستحبات کا خیال رکھیں، مسواک کی پابندی کریں، پانی ضرورت کے مطابق استعمال کریں، تمام نمازیں مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کریں، مسجد میں خاموشی اور سکون سے رہیں، دنیا کی باتوں اور شور شرابے سے بچیں، نماز سکون اور اطمینان سے پڑھیں، فجر کی نماز سے فارغ ہو کر قرآن کریم کی تلاوت کریں، تلاوت کے وقت قرآن کریم کی عظمت اور احترام دلوں میں قائم رکھیں، قرآن کریم کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

گھر میں داخل ہوتے وقت اجازت لیں اور گھر میں موجود لوگوں کو سلام کریں، ناشتہ کرنے سے پہلے ہاتھ دھولیں، بسم اللہ پڑھیں، کھانے کیلئے ٹیک لگا کر نہ بیٹھیں، سیدھے ہاتھ سے کھائیں، تین انگلیوں سے کھائیں، اپنے سامنے سے کھائیں، کھانے میں عیب نہ نکالیں، روٹی سے انگلیاں صاف نہ کریں، لقمہ مناسب لیں نہ زیادہ بڑا نہ بہت چھوٹا، نوالہ گر جائے تو اٹھا کر صاف کر کے کھالیں، بہت گرم کھانا نہ کھائیں، کھانا نہ اتنا کم کھائیں کہ کمزوری محسوس ہو اور نہ اتنا زیادہ کھائیں کہ معدہ پر بوجھ بن جائے، پانی ٹھہر ٹھہر کر اور تین سانس میں پیئیں، دیکھ کر پیئیں، بیٹھ کر پیئیں، کھانے اور پینے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں، جس نے یہ تمام نعمتیں ہمیں عطا فرمائیں ہیں۔

مدرسہ/اسکول جاتے وقت والدین کو سلام کر کے جائیں، پیدل جا رہے ہوں تو راستہ کے ایک طرف ہو کر چلیں، درمیانی چال چلیں، ادب اور وقار کے ساتھ چلیں، ملنے والوں کو سلام کریں، راستہ سے

تکلیف دہ چیزوں کو ہٹائیں، ہر قسم کی بری باتوں اور نامناسب حرکات سے بچنے کی کوشش کریں، گاڑی میں جارہے ہوں تو آرام سے گاڑی پر چڑھیں، سیدھا پیر آگے رکھیں، گاڑی میں شور شرابہ بیہودہ گفتگو اور ہنسی مذاق نہ کریں، کنڈیکٹر اور سواریوں کو تکلیف نہ پہنچائیں، رعایتی کارڈ استعمال کرنے میں ہر قسم کی جعل سازی اور دھوکے سے اجتناب کریں، بڑوں کا ادب کریں ان کیلئے جگہ چھوڑدیں اپنی منزل پر پہنچ کر اطمینان سے گاڑی سے اتریں۔

مدرسہ/اسکول پہنچ کر اساتذہ کو سلام کریں، ساتھیوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آئیں، لڑائی جھگڑے اور گالم گلوچ سے بچیں، درسگاہ میں اونچی آواز سے نہ بولیں، اساتذہ کا خوب احترام کریں، ان کی اچھی اچھی باتوں پر عمل کریں، ان کا دیا ہوا کام پابندی سے کریں، مدرسہ/اسکول کی چیزوں (دری، قالین، کرسی بینچ، بورڈ وغیرہ) کو صحیح طریقے سے استعمال کریں، گھر واپس آتے وقت بھی مذکورہ بالا تمام آداب کا خیال رکھیں۔

کسی سے ملنے جائیں تو پہلے اجازت لینے کیلئے دروازہ کھٹکھٹائیں یا گھنٹی بجائیں، پھر دروازے کے ایک طرف ہوکر کھڑے ہوں، کبھی بھی کسی کے گھر میں بغیر اجازت داخل نہ ہوں، اچھی اچھی مجلسوں میں بیٹھیں، کسی مجلس میں جائیں تو سلام کرکے جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جائیں، مجمع کو چیر کر اور گردنیں پھلانگ کر آگے بڑھنے کی کوشش نہ کریں، کسی کو اس کی جگہ سے نہ اٹھائیں، جو بات ہورہی ہو غور سے سنیں، کسی کی بات بیچ میں نہ کاٹیں، مجلس کے آداب کا مکمل خیال رکھیں، چھینک آئے تو اَلْحَمْدُللهِ کہیں، کوئی چھینک کر اَلْحَمْدُللهِ کہے تو یَرْحَمُکَ اللهُ کہیں، جمائی آئے تو منہ پر ہاتھ رکھیں، مجلس میں نامناسب باتیں نہ کریں، جھوٹ نہ بولیں کسی کی برائی اور غیبت نہ کریں، مذاق میں بھی غلط بیانی نہ کریں، نہ کسی کو ڈرائیں اور نہ کسی کی کوئی چیز اٹھا کر اسے پریشان کریں، اگر کبھی ساتھیوں میں ناراضگی ہو تو ان میں صلح کرانے کی کوشش کریں، کسی پر لعن طعن نہ کریں، کسی مسلمان کے ساتھ خدانخواستہ ناچاقی ہوجائے تو تین دن سے پہلے پہلے بات شروع کریں، مسلمانوں کی خیر خواہی کریں ان کے کام آئیں، ہر شخص کی خوب خدمت کریں کسی کے بارے میں بدگمانی نہ کریں کسی سے وعدہ کریں تو اس کو پورا کریں۔

ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کریں، ان کی خدمت کریں، ان کا کہا مانیں

کبھی ان کی کسی بات پر غصہ نہ ہوں، ان کیلئے دعا کریں انکی وفات کے بعدان کے کئے ہوئے وعدوں کو پورا کریں اوران کے دوستوں اور متعلقین کے ساتھ اچھا تعلق رکھیں۔

بیماروں کی بیمار پرسی کریں ان کو تسلی دیں اورانہیں شفاء وصحت کی امید دلائیں، ان کیلئے دعا کریں، ان کی خدمت کریں، کسی مسلمان کو جان بوجھ کر تنگ نہ کریں، کسی کو برے نام سے نہ پکاریں، کسی کا نام نہ بگاڑیں، کسی کی نقل نہ اتاریں، چغلی نہ کھائیں، بے جاشکایتیں نہ کریں، بات کرتے وقت مخاطب کی عمر، مرتبے اوراپنے ساتھ اس کے تعلق کالحاظ رکھیں۔

وقت کی پابندی کریں، اپنے کاموں کیلئے نظام الاوقات بنائیں، آج کا کام کل پر نہ چھوڑیں، سونے سے پہلے پہلے اپنے تمام کام نمٹائیں، رات کوجلدی سوئیں تاکہ صبح جلدی اٹھیں، گانے بجانے اور لہوولعب کی مجالس سے پرہیز کریں، ڈراموں، فلموں، بےہودہ ناولوں اوراخلاق کوخراب کرنے والی دیگر چیزوں سے اجتناب کریں، فضول بیٹھنے اور باتوں میں اپنا وقت ضائع کرنے کی بجائے علماء صلحاء اور اللہ والوں کی مجلس میں بیٹھ کران سے دین سیکھیں، ہر وقت اور موقع کی مناسبت سے مسنون دعاؤں کا اہتمام کریں۔

مسنون دعائیں

- جب سوکراٹھےتو یہ دعا پڑھے:

  اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَااَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ

- بیت الخلا میں داخل ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھے:

  اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ

- بیت الخلا سے نکلےتو یہ دعا پڑھے:

  غُفْرَانَکَ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّیَ الْاَذٰی وَعَافَانِیْ

- لباس پہنے تو یہ دعا پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ ھٰذَا وَرَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّۃٍ

- آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَحَسِّنْ خُلُقِیْ

- گھر سے باہر نکلے تو یہ دعا پڑھے:

بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

- مسجد میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ

- نماز کے بعد یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ
یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ

- صبح کو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ بِکَ اَصْبَحْنَا وَبِکَ اَمْسَیْنَا وَبِکَ نَحْیٰی
وَبِکَ نَمُوْتُ وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ

- مسجد میں بیٹھے بیٹھے یہ پڑھے:

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ

- سورج نکلے تو یہ دعا پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَقَالَنَا یَوْمَنَا ھٰذَا وَلَمْ یُھْلِکْنَا بِذُنُوْبِنَا

- مسجد سے باہر نکلے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ

❁ گھر میں داخل ہوتو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَ الْمَوْلِجِ وَ خَیْرَ الْمَخْرَجِ
بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا وَبِسْمِ اللّٰهِ خَرَجْنَا وَعَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا

❁ جب ناشتہ/کھانا شروع کرے تو یہ دعا پڑھے:

بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى بَرَكَةِ اللّٰهِ

❁ اگر شروع میں بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو یاد آنے پر یہ دعا پڑھے:

بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ

❁ کھانا/ناشتہ کے بعد یہ دعا پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ

❁ دودھ پینے کے بعد یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ

❁ سواری پر سوار ہوتو یہ دعا پڑھے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ
وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ

❁ کسی ضرورت سے بازار جانا ہوتو یہ دعا پڑھے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ،
یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَهُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِهِ الْخَیْرُ، وَهُوَ عَلٰى کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

❁ کسی کے ہاں کھانا کھائے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنِیْ وَاسْقِ مَنْ سَقَانِیْ

- مجلس برخاست ہونے پر یہ دعا پڑھے:

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ
اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ

- صبح وشام تین تین مرتبہ یہ دعا پڑھی جائے:

بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَایَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ
وَلَا فِی السَّمَاءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

- شام کو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ بِکَ اَمْسَیْنَا وَبِکَ اَصْبَحْنَا وَبِکَ نَحْیٰی
وَبِکَ نَمُوْتُ وَاِلَیْکَ النُّشُوْرُ

- جب سونے کا ارادہ ہو تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰی

- احادیثِ مبارکہ میں آیت الکرسی کی بہت فضیلت بیان ہوئی ہے، خصوصاً فرض نمازوں کے بعد اور سوجانے سے قبل اس کے پڑھنے کا اہتمام ہونا چاہیے۔

اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم لا تاخذہ سنۃ
ولا نوم لہ ما فی السموت وما فی الارض من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ یعلم ما
بین ایدیھم وما خلفھم ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء وسع کرسیہ
السموت والارض ولا یؤدہ حفظھما وھو العلی العظیم

دنیوی واخروی حاجات کیلئے

قرآن وحدیث سے چند منتخب دعائیں

❁ توفیقِ شکر کیلئے:

رَبِّ اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِکَ فِیْ عِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ

❁ اعمال اور توبہ کی قبولیت کیلئے:

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَآ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ

❁ نصرتِ الٰہی اور ثابت قدمی کیلئے:

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ

❁ توفیقِ نماز کیلئے:

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ

❁ فوت شدہ اہلِ ایمان کی بخشش کیلئے:

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ

❁ اپنے والدین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت کیلئے:

رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ

❁ صحت کیلئے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الصِّحَّةَ وَالْعِفَّةَ وَالْاَمَانَةَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ وَالرِّضَا بِالْقَدْرِ

❁ نفاق، ریا، جھوٹ اور خیانت سے بچنے کیلئے:
اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِیْ مِنَ النِّفَاقِ وَعَمَلِیْ مِنَ الرِّيَاءِ وَلِسَانِیْ مِنَ الْكَذِبِ وَعَيْنِیْ مِنَ الْخِيَانَةِ فَاِنَّكَ تَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ

❁ برص، کوڑھ، جنون اور دیگر ہولناک بیماریوں سے بچنے کیلئے:
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبَرَصِ وَالْجُذَامِ وَالْجُنُوْنِ وَمِنْ سَيِّئِ الْاَسْقَامِ

❁ تنگ دستی، ذلت اور ظلم سے بچنے کیلئے:
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْفَقْرِ وَالْقِلَّةِ وَالذِّلَّةِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ

❁ نافرمانی، نفاق اور دیگر برے اخلاق سے بچنے کیلئے:
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوْءِ الْاَخْلَاقِ

❁ غم، قرض، سستی، بخل اور بزدلی سے بچنے کیلئے:
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسْلِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ

❁ علم نافع، مقبول عمل اور پاکیزہ رزق کیلئے:
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَعَمَلًا مُتَقَبَّلًا وَرِزْقًا طَيِّبًا

❁ بے چینی اور غم سے نجات کیلئے:
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ

❁ رحمتِ خداوندی کے حصول کیلئے:
اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ اَرْجُوْ فَلَا تَكِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَيْنٍ
وَاَصْلِحْ لِیْ شَأْنِیْ كُلَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ

بسم الله الرحمن الرحيم

الله نور السموات والأرض

مثل نوره كمشكاة فيها مصباح المصباح في زجاجة الزجاجة كأنها كوكب دري
يوقد من شجرة مباركة زيتونة لا شرقية ولا غربية يكاد زيتها يضيء ولو لم تمسسه نار نور على نور
يهدي الله لنوره من يشاء ويضرب الله الأمثال للناس والله بكل شيء عليم صدق الله العلي العظيم

حصہ چہارم

عربی/انگلش مکالمہ

وما توفيقي إلا بالله

عربی

اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت کی بے شمار نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ایک ماں باپ آدم وحوا علیہما السلام کی اولاد ہونے کے باوجود اس دنیا میں بسنے والے انسان بے شمار مختلف زبانیں اور بولیاں بولتے ہیں، انہی زبانوں میں سے ایک زبان عربی بھی ہے جو دنیا کی فصیح ترین زبان ہے، یہ زبان ہماری مذہبی زبان ہے، قرآن کریم جو کہ اللہ کی نازل کردہ آخری کتاب ہے اسی زبان میں اتارا گیا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان بھی عربی تھی، آپ ﷺ کے ارشادات جو احادیث کہلاتے ہیں عربی زبان ہی میں ہیں، اس کے علاوہ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کی تشریح سب سے پہلے اسی زبان میں کی گئی ہے۔

الغرض دین کی صحیح سمجھ حاصل کرنے کا مدار عربی زبان پر ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

تَعَلَّمُوا الْعَرَبِيَّةَ فَاِنَّهَا مِنْ دِيْنِكُمْ

عربی زبان سیکھو کیونکہ یہ تمہارے دین کا حصہ ہے

ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اس زبان اور اسکے بولنے والوں سے محبت رکھیں، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: تین باتوں کی وجہ سے اہل عرب سے محبت رکھو، اسلئے کہ میں عربی ہوں، قرآن عربی میں ہے اور جنت والوں کی زبان عربی ہے۔

کتاب کے اس حصہ میں چند موضوعات کے تحت عربی زبان میں استعمال ہونے والے مفرد الفاظ اور جملوں کو ذکر کیا گیا ہے تاکہ بچوں کو عربی زبان سے انس ومحبت پیدا ہو سکے اور اسے مزید سیکھنے کا شوق پیدا ہو۔

Lesson 1	**اَلدَّرْسُ الْاَوَّل**
Assalam-u-Alaikum	اَلسَّلامُ عَلَيْكُم .
Walaikum-us-Salam Wa	وَعَلَيْكُمُ السَّلام وَرَحْمَةُ اللّٰهِ
Rahmatullahi wa Barakatohu.	وَبَرَكَاتُهُ.
Welcome! how are you?	اَهْلاً وَّسَهْلاً ! كَيْفَ حَالُكَ ؟
Alhamdulillah, I am fine.	اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَنَا بِخَيْر .
And how are you?	وَكَيْفَ اَنْتَ؟
Alhamdulillah, I am fine.	اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَنَابِخَيْر.
What is your name?	مَا اسْمُكَ ؟
My name is	اِسْمِيْ ....
And What is your name?	وَ مَا اسْمُكَ ؟
My name is	اِسْمِيْ ....
Where do you live?	اَيْنَ تَسْكُنُ ؟
I live in Karachi.	اَنَا اَسْكُنُ فِيْ كَرَاتَشِيْ .
And where do you live, my brother?	وَاَيْنَ تَسْكُنُ اَنْتَ يَا اَخِيْ ؟
I also live in Karachi.	اَنَا اَيْضًا اَسْكُنُ فِيْ كَرَاتَشِيْ .

Lesson 2	اَلدَّرسُ الثَّانِی
Do you study in school?	هَلْ اَنْتَ تَدْرُسُ فِي الْمَدْرَسَةِ ؟
Yes, I study in school.	نَعَمْ اَنَا اَدْرُسُ فِي الْمَدْرَسَةِ .
How do you spend your annual holidays?	كَيْفَ تَقْضِي الْاِجَازَاتِ السَّنَوِيَّةَ ؟
During the holidays I join the 40 days Summer course in Islamic studies.	اَثْنَاءَ الْاِجَازَاتِ اَنَا اَلْتَحِقُ بِالدَّوْرَةِ الصَّيْفِيَّةِ فِي الدِّرَاسَاتِ الْاِسْلَامِيَّةِ لِمُدَّةِ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا .
Where do you study this course?	اَيْنَ تَتَعَلَّمُ هٰذِهِ الدَّوْرَةَ ؟
I study at Saleh Masjid, Saddar Karachi.	اَنَا اَتَعَلَّمُ فِيْ مَسْجِد صَالِح صَدْرُ كَرَاتشِي .
When will the course start?	مَتٰى تَبْدَأُ هٰذِهِ الدَّوْرَةُ ؟
The course will start in the first week of June.	تَبْدَأُ هٰذِهِ الدَّوْرَةُ فِيْ اَوَّلِ اُسْبُوْعٍ مِنْ شَهْرِ يُوْنِيُوْ .
Can I join this course?	هَلْ يُمْكِنُ لِيَ الْاِلْتِحَاقُ بِهٰذِهِ الدَّوْرَةِ ؟
Yes, you can join.	نَعَمْ ، يُمْكِنُ لَكَ الْاِلْتِحَاقُ

اَلدَّرسُ الثَّالِث

كَمْ رَسْمًا تَدْفَعُ لِلاِلْتِحَاقِ
بِهٰذِهِ الدَّوْرَةِ ؟

هٰذِهِ الدَّوْرَةُ مَجَّانِيَةٌ .

اِنْ شَاءَ اللّٰهُ سَاُخْبِرُ اَصْدِقَائِیْ و اُسْرَتِیْ
عَنْ هٰذِهِ الدَّوْرَة.

شُكْرًا ! " اَلدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهٖ "

جَزَاکَ اللّٰهُ ! اَنَا سَعِيْدٌ بِلِقَائِکَ .

اِنْ شَاءَ اللّٰهُ، سَنَلْتَقِیْ اَثْنَاءَ الدَّوْرَةِ .

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُم.

وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ، اِلَى اللِّقَاءِ .

Lesson 3

How much do you pay
for this course?

This course is free.

I will tell my friends &
family about this course,
Insha Allah.

Thank you, Guider towards
good is like the doer.

Jazakallah, nice to meet you.

See you during the
course, Insha Allah.

Assalam-u-Alaikum.

Walaikum-us-Salam,
see you later.

Lesson 4	اَلدَّرسُ الرَّابِع
What is your father's name?	مَااسْمُ اَبِيْکَ ؟
My father's name is	اِسْمُ اَبِیْ ....
What does your father do?	مَاذَا يَشْتَغِلُ اَبُوْکَ ؟
My father is a businessman.	اَبِیْ تَاجِرٌ .
How many brothers do you have?	كَمْ اَخًا لَکَ ؟
I have two brothers.	لِیْ اَخَوَانِ .
Do they study?	هَلْ هُمَا يَتَعَلَّمَانِ ؟
Yes, they study.	نَعَمْ، هُمَا يَتَعَلَّمَانِ.
Where do they study?	اَيْنَ يَدْرُسَانِ ؟
They study in Jamia-tul Uloom-il-Islamiyyah.	هُمَا يَدْرُسَانِ فِیْ جَامِعَةِ الْعُلُوْمِ الْاِسْلَامِيَةِ .
Who founded it?	مَنِ الَّذِیْ اَسَّسَهَا ؟
It was founded by the honourable Shiekh Allama Sayyed Muhammad Yousuf Banuri.(رَحِمَهُ اللّٰهُ)	اَسَّسَهَا سَمَاحَةُ الشَّيْخِ مُحَدِّثُ الْعَصْرِ اَلْعَلَّامَةُ السَّيِّدُ مُحَمَّد يُوْسُف اَلْبَنُوْرِیْ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

Lesson 5

اَلدَّرسُ الخَامِس

Where are you going?	اَیْنَ تَذْهَبُ ؟
I am going to the market.	اَذْهَبُ اِلَی السُّوقِ .
For what ?	لِمَا ذَا ؟
I want to buy shoes for myself.	اُرِیْدُ اَنْ اَشْتَرِیَ حِذَاءً لِیْ .
I also want to buy some things.	اَنَا اَیْضًا اُرِیْدُاَنْ اَشْتَرِیَ بَعْضَ الْاَ شْیَاءِ.
Lets go together.	تَفَضَّلْ ، نَذْهَبُ مَعًا.
Thank you brother, that's fine.	شُکْرًا یَااَخِیْ! وَ هٰذَا اَحْسَنُ .
How much for these shoes?	بِکَمْ هٰذَا الْحِذَاءُ یَا سَیِّدِیْ ؟
These are for **250** rupees.	هٰذَا بِمِاَتَیْنِ وَخَمْسِیْنَ رُوْبِیَّةً .
Are these good?	هَلْ هٰذَا جَیِّدٌ ؟
Yes, this is the best quality.	نَعَمْ هٰذَا صِنْفٌ مُمْتَازٌ .
Take the money & give it to me.	خُذِ الْفُلُوْسَ وَاَعْطِنِیْ هٰذَا .
Thank you, Good bye.	شُکْرًا ، مَعَ السَّلَامَةِ .

Lesson 6	اَلدَّرسُ السَّادِس
Assalam-u-Alaikum, hello?	اَلسَّلامُ عَلَيْكُم ، هيلو!
Walaikum-us-Salam Wa Rahmatullahi wa Barakatohu.	وَعَلَيْكُمُ السَّلامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ
Who's on the line?	مَنْ عَلَى الْهَاتِف ؟
I am	اَنَا ....
Masha Allah, where are you?	مَاشَاءَ اللّٰهُ، اَيْنَ اَنْتَ ؟
I am at home, I have been sick for the past two weeks.	اَنَا فِي الْمَنْزِلِ، كُنْتُ مَرِيْضًا مُنْذُ اُسْبُوْعَيْن .
I am very sorry to hear it	تَاَسَّفْتُ لِهٰذَا الْخَبَرِ .
and how are you now?	وَكَيْفَ اَنْتَ الْآن ؟
Alhamdulillah, I am fine today.	اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَنَا بِخَيْرٍ الْيَوْم .
What happened with you?	مَاذَاحَدَثَ لَكَ ؟
I had a fever.	اَصَابَتْنِي الْحُمّٰى .
May Allah grant you complete health.	شَفَاكَ اللّٰهُ شِفَاءً كَامِلاً
I am very thankful to you.	اَنَا مُتَشَكِّرٌ جِدًّا .

Lesson 7

اَلدَّرسُ السَّابِع

Who are you?

مَنْ اَنْتَ ؟

I am a Muslim.

اَنَا مُسْلِمٌ .

Whom do you worship?

مَنِ الَّذِیْ تَعْبُدُهٗ ؟

I worship Allah alone.

اَنَا اَعْبُدُ اللّٰهَ وَحْدَهٗ .

Who is the last Prophet?

مَنْ هُوَ خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ ؟

Muhammad (ﷺ) is the last Prophet.

خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ مُحَمَّدٌ ﷺ .

Name the famous books of Allah.

مَا هِیَ اَسْمَاءُ كُتُبِ اللّٰهِ الْمَشْهُوْرَةِ ؟

Holy Quran, Tauraat, Injeel and Zaboor.

اَلْقُرْاٰنُ وَالتَّوْرَاةُ وَالْاِنْجِیْلُ وَالزَّبُوْرُ .

Who was chosen as the caliph after the Prophet (ﷺ) ?

مَنِ الَّذِیْ اسْتُخْلِفَ بَعْدَالنَّبِیِّ ﷺ؟

AbuBakr Siddique رضی اللہ عنہ was the first caliph after the Prophet (ﷺ).

كَانَ اَبُوْبَكْرِنِ الصِّدِّیْقُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَوَّلَ خَلِیْفَةِ الْمُسْلِمِیْنَ بَعْدَ النَّبِیِّ ﷺ .

اَلدَّرْسُ الثَّامِن	**Lesson 8**
مَتٰی تَسْتَیْقِظُ ؟	When do you wake up?
اَسْتَیْقِظُ فِی الصَّبَاحِ الْبَاکِرِ .	I wake up early in the morning.
اَیْنَ تُصَلِّیْ صَلٰوۃَ الْفَجْرِ ؟	Where do you pray the Fajr salaat?
اُصَلِّیْهَا فِی الْمَسْجِدِ .	I pray it in the mosque.
ثُمَّ مَاذَا تَفْعَلُ ؟	What do you do then?
اَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ فِی الْمَسْجِدِ .	I recite Quran in the mosque.
مَتٰی تَتَنَاوَلُ الْفُطُوْرَ ؟	When do you take breakfast?
اَتَنَاوَلُ الْفُطُوْرَ بَعْدَ اَنْ اَرْجِعَ مِنَ الْمَسْجِدِ .	I take my breakfast after returning from the mosque.
مَاذَا تَفْعَلُ بَعْدَ ذٰلِکَ؟	What do you do then?
اَذْهَبُ اِلَی الْمَدْرَسَةِ .	I go to school.

Lesson 9

Do you walk to school or use transport?

My school is close to my house, so I walk.

Do you have a period for sports at your school?

Yes, we do physical exercise from 10 o' clock to half past ten (10:30).

Where do you pray Zohr?

I pray Zohr in a Masjid close to our school.

When do you return from school?

I return from school at **5** o'clock in the evening.

اَلدَّرسُ التَّاسِع

هَلْ تَذْهَبُ اِلَى الْمَدْرَسَةِ مَاشِيًا اَمْ رَاكِبًا ؟

مَدْرَسَتِیْ قَرِیْبَةٌ مِنْ بَیْتِیْ، اَذْهَبُ مَاشِیًا .

هَلْ فِیْ مَدْرَسَتِکُمْ حِصَّةٌ لِلرِّیَاضَةِ ؟

نَعَمْ نَقُوْمُ بِالرِّیَاضَةِ مِنَ السَّاعَةِ الْعَاشِرَةِ اِلَى السَّاعَةِ الْعَاشِرَةِ وَالنِّصْفِ .

اَیْنَ تُصَلِّی الظُّهْرَ ؟

اُصَلِّی الظُّهْرَ فِیْ مَسْجِدٍ قَرِیْبٍ مِنْ مَدْرَسَتِنَا.

مَتٰی تَرْجِعُ مِنَ الْمَدْرَسَةِ ؟

اَرْجِعُ مِنَ الْمَدْرَسَةِ اَلسَّاعَةَ الْخَامِسَةَ مَسَاءً .

Lesson 10

الدَّرْسُ الْعَاشِر

What are you doing now, my friend?

مَاذَا تَعْمَلُ الْآنَ يَاصَدِيْقِيْ؟

I want to go to the Library, will you join me?

أُرِيْدُ اَنْ اَذْهَبَ اِلَى الْمَكْتَبَةِ، هَلْ تُرَافِقُنِيْ؟

Yes, most gladly.

نَعَمْ ! بِكُلِّ سُرُوْرٍ .

Lets go together.

هَيَّا! نَذْهَبُ مَعًا .

Assalam-u-Alaikum Respectable Librarian.

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَاسَيِّدِيْ صَاحِبَ الْمَكْتَبَةِ .

Walaikum-us-Salam! welcome.

وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ ! اَهْلاً وَّ سَهْلاً .

We would like to have a book regarding Introduction to Islam.

نُرِيْدُ كِتَابًا فِيْ مَوْضُوْعِ التَّعْرِيْفِ عَنِ الْإِسْلَامِ .

Which book do you want?

اَىَّ كِتَابٍ تُرِيْدَانِ؟

We would like to have (Taleem-ul-Islam) by Mufti Kifayatullah (رَحِمَهُ اللّٰه)

نُرِيْدُ الْكِتَابَ "تَعْلِيْمَ الْإِسْلَام" لِلشَّيْخِ الْمُفْتِيْ كِفَايَتُ اللّٰه رَحِمَهُ اللّٰهُ .

Come on please! Take it from the shelf & start reading.

تَفَضَّلْ، خُذْهُ مِنَ الْخِزَانَةِ وَطَالِعْهُ.

اَلدَّرسُ الْحَادِیْ عَشر

Lesson 11

﴿ الْاَمْثَال ﴾

﴿Idioms﴾

اَلْمَرْءُ یُعْرَفُ بِاَقْرَانِہٖ .

A man is known by the company he keeps.

اَلْعَاقِلُ تَکْفِیْہِ الْاِشَارَۃُ .

A word to a wise man is enough.

مَا کُلُّ مَا یَلْمَعُ ذَھَبًا .

All that glitters is not gold.

کَمَا تَزْرَعُ تَحْصُدُ .

As you sow so shall you reap.

لَا وَرْدَۃَ مِنْ غَیْرِ شَوْکَۃٍ .

There is no rose without a thorn.

لَا تُؤَخِّرْ عَمَلَ الْیَوْمِ اِلٰی غَدٍ .

Do not leave today's work for tomorrow.

اَلْاِتِّحَادُ قُوَّۃٌ .

Unity is Strength.

اَلتَّارِیْخُ یُعِیْدُ نَفْسَہٗ.

History repeats itself.

اَلْوِقَایَۃُ خَیْرٌ مِنَ الْعِلَاجِ .

Prevention is better than cure.

خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَّنْفَعُ النَّاسَ .

The best person is the one who benifits people.

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ	کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ	صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

یَا اِلٰـہَ الْعَالَمِیْنَا	یَا مُجِیْبَ السَّائِلِیْنَا
ھَبْ لَنَا مِنْکَ رَشَادًا	وَسَدَادًاوَّ یَقِیْنَا
رَبِّ جَمِّلْنَا بِعِلْمٍ	وَاھْدِنَا دُنْیَا وَدِیْنَا
وَاحْمِنَا مِنْ کُلِّ سُوْءٍ	وَانْشُرِ الْخَیْرَاتِ فِیْنَا
وَانْصُرِ الْاِسْلَامَ نَصْرًا	رَبَّنَا نَصْرًا مُّبِیْنَا
یَا اِلٰـہَ الْعَالَمِیْنَا	یَا مُجِیْبَ السَّائِلِیْنَا

اے اللہ

- اے اللہ! ہمیں کامل ایمان عطا فرما۔
- اے اللہ! ہمیں حضور اکرم ﷺ کی سچی محبت اور اتباع نصیب فرما۔
- اے اللہ! ہمیں پانچ وقت کی نماز باجماعت ادا کرنے کی توفیق عطا فرما۔
- اے اللہ! قرآن عظیم کو ہماری آنکھوں کا نور اور ہمارے دل کی بہار بنا۔
- اے اللہ! ہمیں نفع دینے والا علم نصیب فرما۔
- اے اللہ! ہمیں اخلاص سے مخلوق خدا کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرما۔
- اے اللہ! ہمیں اپنے والدین کا خدمت گزار بنا۔
- اے اللہ! ہمیں بڑوں کا ادب اور اساتذہ کا احترام کرنے کی توفیق عطا فرما۔
- اے اللہ! ہمارے اساتذہ، والدین اور دیگر تمام حضرات جنہوں نے اس کورس کو ہمارے لئے مرتب کیا بہترین بدلہ نصیب فرما۔

امین یاربّ العالمین وصلّی اللّٰہ علی النبیّ الا مّیّ و علٰی الہٖ و صحبہٖ اجمین